ماہنامہ

محدث

بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۹۳

جلد: ۳۴ ، شمارہ: ۹

ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ = ستمبر ۲۰۱۶ء

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپئے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	معاون مدیر	۵
۴-متعدی بیماریاں اوران کے احکام	ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید	۱۱
۵-تاریخ کو مسخ نہ کریں......	عبداللہ سعود	۱۸
۶-جنازہ میں دوسلام کی مشروعیت..	مولانا محمد یوسف مدنی	۲۰
۷-اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت	عبداللہ صابر	۲۵
۸-ام المؤمنین عائشہ صدیقہ......	عبدالولی عبدالقوی	۳۲
۹-بیٹی کی رخصتی	ابوطلحہ بن محمد ابراہیم سلفی	۳۵
۱۰-اخبار جامعہ	شعبۂ اطلاعات ورابطہ عامہ	۳۸
۱۱-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۶
۱۲-باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۷

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

محمد ﷺ ہم انسانوں جیسے انسان تھے

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

"محمد رسول الله" کی گواہی دیتے وقت محمد ﷺ کے بارے میں ہم کو پورا علم ہونا چاہیے۔انسان جب کسی چیز پر گواہ بنتا ہے تو اس کو اس کا پورا علم ہوتا ہے۔ہم مسلمانوں میں سے کتنے ہیں جو محمد ﷺ کو رسول مانتے ہیں لیکن عقیدت ومحبت میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔شیطان کے مکر وفریب میں پھنس کر راہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں۔ایک سچے مسلمان پر لازم ہے کہ آپ سے محبت رکھے۔ایسی محبت جو خود اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو،مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم آپ کے بارے میں پوری معلومات رکھیں اور آپ کے حکم کی تابعداری کریں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا:﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورہ توبہ:۱۲۸) یعنی تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو خود تم ہی میں سے ہیں،جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے،جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں،ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

یہ محمد ﷺ ہمارے ہی جیسے انسان ہیں،مگر اللہ نے آپ کو اپنا برگزیدہ رسول بنایا،جو انسان کی فلاح اور کامیابی کے لیے ہر وقت فکر مند رہا کرتے تھے۔کفار مکہ آپ کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔آپ نے چالیس سال تک انہیں کے بیچ رہ کر زندگی گذاری تھی۔مکہ والوں کو اپنی عربی زبان پر بہت ناز تھا،مگر جب محمد ﷺ نے اللہ کا کلام قرآن مجید کو ان کے سامنے پیش کیا تو اس کی فصاحت وبلاغت کے آگے سب کی زبان بند ہوگئی۔ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ جو محمد اسی مکہ میں پلے اور اہل مکہ کی طرح ان پڑھ یعنی امی ہیں وہ ایسا فصیح کلام کہاں سے لا رہے ہیں،جس کا نقشہ اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَـٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ﴾ (سورہ نحل:۱۰۳) یعنی ہمیں معلوم ہے یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی سکھاتا ہے (حالانکہ) ان کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ (قرآن) صاف عربی زبان میں ہے۔

اللہ نے آپ کے امی ہونے کی شہادت یوں بیان کی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (سورہ جمعہ:۲) یعنی وہ (اللہ) ہی ہے جس نے اُمیوں (ان پڑھ) کے اندر ان

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

درس حدیث

اظہار غم کا شرعی طریقہ

مولانا عبدالمتین مدنی

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ. (صحیح بخاری، ح:۱۲۹۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے اپنے چہرہ کو پیٹا، گریبان چاک کیا اور جاہلانہ پکار پکارا۔

خوشی اور غم کے درمیان چولی دامن کا رشتہ ہے، ایک انسان ہمیشہ خوش ہی رہے، اس پر غم کا سایہ نہ پڑے یہ ناممکن ہے اور اگر اس کی زندگی میں غم کے مواقع آئیں اور وہ غمگین نہ ہو تو یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے بلکہ قابل علاج مرض ہے۔

اسلام دین فطرت ہے، اس میں انسان کے تمام فطری تقاضوں کی رعایت رکھی گئی ہے اور ان کی تکمیل کے ضابطے بنائے گئے ہیں تاکہ انسانی زندگی نشیب وفراز کے باوجود راہ اعتدال سے نہ ہٹے، خوشی انسان کو سرکش نہ بنادے اور غم اس پر اس قدر مسلط نہ ہو جائے کہ پھر وہ زندہ رہنے کا حوصلہ کھودے اور موت کو گلے لگالے۔

اسلام نے خوشی اور غم کے اظہار کی اجازت دی ہے، عیدین، شادی بیاہ یا کسی اور نعمت کے حاصل ہونے پر خوش ہونا، اقارب واحباب کے درمیان اس کا اظہار کرنا جائز بلکہ مطلوب ہے، فرمان باری ہے: ﴿وأما بنعمة ربك فحدث﴾.

اور کسی مصیبت کے موقع پر رنجیدہ ہونا، اظہار غم کرنا یہ بھی جائز ہے، یہ صبر کے منافی نہیں اور نہ ہی رضا بالقدر کے منافی ہے، آنکھیں اشکبار ہو جائیں، مصیبت زدہ رو پڑے، اس میں کوئی مضایقہ نہیں، سیرت طیبہ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی ایک صاحبزادی کی وفات ہوئی، آپ قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (صحیح بخاری، ح:۱۲۸۵) آپ ﷺ کے ایک نواسے نزع کی حالت میں تھے، چند صحابہ کرام کے ساتھ آپ پہنچے، نواسے کو گود میں لیا، اس کی تکلیف کو دیکھ کر آپ سے رہا نہ گیا اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ (صحیح بخاری، ح:۱۲۸۴) خود اللہ کے رسول ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم جب زندگی کی آخری سانس لے رہے تھے تو اس موقع پر بھی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (صحیح بخاری، ح:۱۳۰۳)

حضرت سعد بن عبادہ کے انتقال کے موقع پر بھی اللہ کے رسول ﷺ رو پڑے اور آپ کو دیکھ کر وہاں موجود دوسرے لوگوں کو بھی رونا آ گیا۔ (صحیح بخاری، ح:۱۳۰۴)

البتہ ایسا رونا جو نوحہ کے ساتھ ہو، اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی تقدیر کو کوسنے اور برا بھلا کہنے کی اجازت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إن الميت يعذب ببكاء أهله عليه" (صحیح بخاری، ح:۱۳۰۴)؛ بیشک میت کو اس

کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ صحابیات سے اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ وہ نوحہ وماتم نہیں کریں گی۔ (صحیح بخاری، ح: ۱۳۰۶) ایک حدیث میں آپ ﷺ نے نوحہ کرنا جاہلانہ عمل قرار دیا ہے۔ (سنن ترمذی، ح:۱۰۰۱)

جب اللہ کے رسول ﷺ کو آپ کے رب نے اپنے پاس بلالیا تو اگر چہ یہ صدمہ صحابہ کرام کے لیے بہت بڑا تھا مگر اس کے باوجود ان نفوس قدسیہ نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا، نہ ماتم کی مجلس منعقد کی اور نہ غم کے اظہار کے لیے نوحہ خوانی کا سہارا لیا اور قدیم جاہلانہ رسم ورواج کے بجائے دین پر استقامت کا ثبوت پیش کیا۔

مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو ان افعال قبیحہ نوحہ وماتم، سینہ کوبی، چہرہ پیٹنا اور اظہار غم کے لیے جاہلانہ باتیں زبان پر لانے سے کس قدر سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اس کا اندازہ اس حدیث کے اسلوب بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''ایسا کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے''۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ امت محمدیہ کا ایک طبقہ اظہار غم کے اسی طرز کو اپنائے ہوئے ہے اور اسے وہ عین دین قرار دیتا ہے، کیا مسلمانوں کو قدیم جاہلیت کی طرف لوٹانے کی یہ سازش تو نہیں؟

کربلا میں پیش آنے والا واقعہ یقیناً بہت افسوس ناک ہے لیکن اس واقعہ کو ایک خاص مقصد کے لیے استعمال کرنا، اسے افسانوی رنگ دینا، امتداد زمانہ کے ساتھ سال بہ سال اس کی یاد منانا، اس کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان نفرت کی خلیج قائم رکھنا، اطہار وابرار کو سب وشتم کا نشانہ بنانا اور اپنے اسلاف کے ظلم وستم پر خود ہی ماتم کرنا قرین عقل ودانش نہیں، اسلام نہ اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی قرون اولی میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے، اسلام میں سوگ منانے کی تین روز رخصت دی گئی ہے، فرمان نبوی ہے: "لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تحد على ميت فوق ثلاث الا على زوج أربعة أشهر وعشرا" (صحیح بخاری، ح:۱۲۸۱) کسی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے اپنے شوہر کی وفات کے موقع پر چار مہینہ دس روز۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ چہارم، چالیسواں، ساٹھا یا وفات کے بعد آنے والی عید یا بقرعید کے موقع پر سوگ جیسا ماحول بنالینا قطعا جائز نہیں ہے۔ عام مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے اور حب آل بیت کے نام پر دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، اگر کوئی آل بیت سے محبت کا دعویدار ہے تو سب سے پہلے ظالمان کوفہ اور ان کے رفقاء سے اظہار برأت کرے نہ یہ کہ تاریخی حقائق کو مسخ کرے، اس سیاہ دن کی سالگرہ منائے اور سچے محبان آل بیت کے غم کو تازہ کرنے کی سعی نامسعود کرے، تعزیہ داری کے تمام مراسم اور اس موقع پر قائم کی جانے والی مجالس عزا سے تمام اہل اسلام کو دور رہنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ایسے اعمال ہیں جن کو انجام دینے والوں کے بارے میں فرمان رسالت ہے کہ یہ ''ہم میں سے نہیں ہیں''۔

☆☆☆

افتتاحیہ

فواحش کا سدباب

معاون مدیر

ہم ایک ایسے ملک کے باشندے ہیں جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں، کسی مذہب کے ماننے والے تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہیں تو کسی کے کم، قلت وکثرت کا یہ فرق نمایاں طور پر تعلیم، ملازمت اور دوسرے میدانوں میں دیکھا جاتا ہے۔ جس کی تعداد زیادہ ہے اس کا کلچر غالب ہے، یہ فطری بات ہے لیکن مشترکہ تہذیب وثقافت کے اس ماحول میں مسلمان کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ دوسری قوم کے افراد کے ساتھ ہمارا میل جول کیسا ہونا چاہیے، اس کا ہمیں علم ہو، تاکہ اسی کی روشنی میں ہم اپنے تعامل کے حدود کو متعین کریں۔

اللہ تعالی نے ہمیں مسلمان بنایا، سب سے پسندیدہ دین اسلام کی دولت سے مالا مال کیا، فرمان باری ہے: ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلاَمُ﴾ (آل عمران:۱۹) بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔

اور اس نے بطور دین اسلام کو ہمارے لیے پسند فرمایا: ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً﴾ (مائدہ:۳) اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہوگیا۔ اب نہ تو اسلام کے علاوہ کوئی مذہب ہم اختیار کریں اور نہ کسی کو سچا اور برحق مانیں ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيْناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِيْ الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (آل عمران:۸۵) جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ ہماری زندگی میں مذہب اسلام کی جو اہمیت ہے اس کا ہمیں اندازہ ہونا چاہیے اور اس بات پر بھی یقین ہونا چاہیے کہ مذہب کے اعتبار سے ہم ان تمام لوگوں سے الگ، ممتاز اور نمایاں ہیں جو کسی اور مذہب کو ماننے والے ہیں خواہ وہ دنیاوی اعتبار سے ہم پر فائق ہی کیوں نہ ہوں، مذہب کے سلسلہ میں کسی بھی مسلمان کو احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ گمراہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب ایک جیسے ہیں۔

اسلام بڑی خوبیوں والا مذہب ہے۔ کامل دستور حیات ہے۔ اس میں زندگی گذارنے کے آداب واحکام تفصیل سے بیان کردیے گئے ہیں۔ حلال وحرام کی تمیز رکھی گئی ہے۔ عمدہ وپاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک وخبیث کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی بکثرت دلائل موجود ہیں:

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ﴾ (مائدہ:۴) وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہے، آپ کہہ دیجئے تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِيْ الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً﴾ (بقرہ:۱۶۸) لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ

چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ﴾ (الاعراف:۱۵۷) اور (نبی) پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔

﴿قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾ (مائدہ:۱۰۰) آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں۔ گو آپ کو ناپاک کی کثرت بھلی لگتی ہو۔

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُواْ بِاللّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَاناً وَأَن تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ﴾ (اعراف:۳۳) آپ فرما دیجئے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کو تم نہیں جانتے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "الحلال بين والحرام بين" (اللہ نے جس چیز کو) حلال (قرار دیا ہے وہ) واضح ہے اور (جس چیز کو) حرام (بتلایا ہے وہ بھی) واضح ہے۔

نیز فرمایا: "إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا" (صحیح مسلم:۱۰۱۵) بیشک اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے۔

ان تمام نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں تمام چیزوں کو یکساں درجہ حاصل نہیں ہے، بلکہ بعض باتیں، بعض چیزیں، بعض کام اور بعض معاملات کو حلال و جائز قرار دیا گیا ہے اور بعض باتیں، بعض چیزیں، بعض کام اور بعض معاملات کو حرام، جو عمدہ و پاک ہے وہ حلال ہے اور جو خبیث و ناپاک ہے وہ حرام۔

ایک مومن کے لیے کوئی حرام چیز باعث خیر و برکت نہیں ہوسکتی، کوئی حرام کام بہتر نہیں ہوسکتا، اس کے کرنے سے سوائے ذلت و رسوائی کے اور کیا حاصل ہے، اگر لوگوں کی اکثریت کسی حرام کام کو اپنا لے تو وہ حلال و پاک نہیں ہو جائے گا، بلکہ خبیث خبیث ہی رہے گا، اگرچہ لوگوں کی کوتاہ عقل اور قاصر نظر اسے اچھا سمجھنے لگے، اس لیے بطور مسلمان ہم زندگی کے کسی بھی میدان میں حلال و حرام کی تمیز نہ اٹھا دیں، تعلیم کے میدان میں جو مجبوریاں نہیں ہیں ان کو مجبوریاں فرض کرنے یا ملازمت کے میدان میں رزق کے خوف سے ہم حرام کاموں کے کرنے کی جرأت اپنے اندر پیدا کرلیں تو یہ بڑے نقصان کی بات ہوگی اور اس کا اثر ہمارے اخلاق و کردار اور دنیا و آخرت کے انجام پر پڑے گا۔

اسلام کے معاشرتی نظام میں محرم اور نامحرم کے فرق کو خاص طور سے ملحوظ رکھا گیا ہے اور دونوں کے متعلق مستقل احکام ہیں۔ محارم کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ

وَخَالاَتُكُمْ وَبَنَاتُ الأَخِ وَبَنَاتُ الأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللاَّتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ اللاَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُواْ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلاَئِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلاَبِكُمْ وَأَن تَجْمَعُواْ بَيْنَ الأُخْتَيْنِ إَلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً﴾ (نساء:۲۳)

حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں، تمہاری بیٹیاں ان عورتوں سے جن سے تم دخول کر چکے ہو، ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کا جمع کرنا، ہاں جو گذر چکا سو گذر چکا، یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح حرام ہے، جس کی تفصیل تفسیر، حدیث وفقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، اور جو عورتیں ہمارے لیے محرم نہیں ان سے پردہ کرنا، ان کے ساتھ خلوت سے بچنا ضروری ہے تا کہ عصمتیں محفوظ رہیں اور عزت وآبرو پر کوئی آنچ نہ آئے۔

اسلام میں اس کی بڑی تاکید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ـــ جو انبیاء کرام کے بعد اس روئے زمین پر قلب وضمیر کے اعتبار سے سب سے پاکباز لوگ تھے انہیں امہات المؤمنین کے سلسلہ میں جن سے نکاح کرنا حرام تھا، جو ماں کے درجہ میں تھیں، یہ حکم دیا: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاء حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ (احزاب:۵۳) جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے، بلکہ امت کی مائیں، امہات المومنین کو یہ حکم دیا: ﴿إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً﴾ (احزاب:۳۲) اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم (اور کشش والے) لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے، اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔ اور نبی ﷺ کو حکم دیا گیا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾ (احزاب:۵۹) اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی حفاظت ہو جایا کرے گی اور وہ ستائی نہیں جائیں گی۔

ان تمام نصوص سے نامحرم سے پردہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مسلمانوں کو نگاہ کی حفاظت کا جو حکم دیا گیا ہے یہ بھی ایک قسم کا پردہ اور عصمت وعفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ سورہ نور میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ (نور:۳۰) اور آپ مومنوں کو حکم دیں کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اس کے بعد یہی حکم عورتوں کو

بھی دیا گیا: ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ (نور:۳۱) اور آپ مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

مرد اور عورت دونوں کو الگ الگ آیت میں ایک ہی بات کا حکم دیا جانا اس حکم کی اہمیت کو بتلاتا ہے، آپ ﷺ نے ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا: "لا تتبع النظرة النظر فإن لك الأولى، وليست لك الآخرة" (مسند احمد:۲۲۹۹۱، سنن ابوداود:۲۱۴۹) دوبارہ نظر مت ڈالو تمہارے لیے پہلی نظر جو عموما اتفاقیہ ہوا کرتی ہے اس کی رخصت ہے، دوسری نظر نہیں جو قصداً ہوگی۔

نظر کی حفاظت عصمت وعفت کی حفاظت کا ہی ذریعہ نہیں بلکہ اس سے دل میلا اور سکون غارت نہیں ہوتا، بدگمانیوں سے بھی بچا جاسکتا ہے اور گناہ سے بھی۔ اسی طرح اجنبی کے ساتھ خلوت اور اختلاط سے منع کیا گیا، فرمان نبوی ہے: "لا يخلون رجل بامرأة فإن ثالثهما الشيطان" (سنن ترمذی:۱۲۰۴) ہرگز کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے ورنہ شیطان ان کے درمیان تیسرا ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مساجد میں جو خالص عبادت کی جگہ ہے، اختلاط سے منع فرما دیا اور عورتوں کے لیے نماز کی جگہ کو مخصوص کردیا، نیز عورتوں کو یہ بھی تنبیہ فرمائی: "عليكن بحافات الطريق" (سنن ابوداود:۵۲۷۲) درمیان راستہ میں مردوں کے شانہ بشانہ نہ چلو بلکہ بالکل کنارے سے چلو۔

یہ تمام دلائل اس بات پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ اسلام میں محرم اور نامحرم کی جو تقسیم ہے اور اس تقسیم کی بنیاد پر دونوں کے لیے جو احکام مشروع کیے گئے، ان پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ معاشرتی نظام درہم برہم نہ ہو، عورتوں کی عزت وآبرو محفوظ رہے، انہیں شمع میخانہ بنا کر ذلیل ورسوا نہ کیا جائے، ان کو بے حجاب وبے باک بنا کر اور میدان عمل میں لاکر اندرون خانہ کو خانہ جنگی کا میدان نہ بنایا جائے۔ یہ بات اسلام کی منشا سے قطعا میل نہیں کھاتی اور نہ ہی عورت کی فطرت وطبیعت سے۔ اور جس معاشرہ نے نظام فطرت کی خلاف ورزی کی وہ معاشرہ انسانوں کا نہیں بلکہ حیوانوں کا معاشرہ بن کر رہ گیا، فاعتبروا يا أولي الأبصار.

الغرض یہ کہ تعلیم کا میدان ہو یا عمل کا، اگر اختلاط کا ماحول ہے تب بھی نامحرم کو نامحرم ہی سمجھا جائے، پردہ کرنا، گفتگو میں، تعلقات رکھنے، یا کسی اور سلسلہ میں، اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے، نہ تو مجبوری کا یا گھر والوں کی لاعلمی کا فائدہ اٹھایا جائے اور نہ اس رشتہ کو آگے بڑھایا جائے کہ ساتھ دوستی میں تبدیل ہوجائے، تعلق اسکول سے نکل کر گھر کی دہلیز تک پہنچے، پارکوں اور ہوٹلوں میں ساتھ نبھایا جانے لگے، خلوت کے بہانے تلاشے جانے لگیں، اور پھر نامحرم کے ساتھ غیر ضروری تعلق رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ مسلمان لڑکے اور لڑکیوں کو یہ بات ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ والدین نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر آپ کو اسکول یا کالج تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا ہے، اگر آپ کو اختلاط سے سابقہ پڑ رہا ہے تو اپنے آپ کو سنبھال کر رکھنے کی کوشش کریں، اس اختلاط اور آزادی کا حصہ نہ بن جائیں، محرم ونامحرم کی تفریق نہ مٹادیں، آپ سخت آزمائش کی راہ پر ہیں اس پر ثابت قدم رہیں، ٹھوکر اور خار سے بچتے ہوئے آپ تعلیم کے سفر کو طے کریں اور اگر صورت حال ناقابل برداشت ہوجائے تو

آپ اپنے دین وایمان اور عصمت وعفت کی حفاظت کی خاطر تعلیم کو قربان کردیں، رزق کا مالک اللہ ہے۔ ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِیْ الْأَرْضِ إِلاَّ عَلَی اللّهِ رِزْقُهَا﴾ (ہود:٦) زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالی پر ہیں اور ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (طلاق:۲،۳) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر توکل کرے اللہ اس کے لیے کافی ہوگا۔

آپ اللہ کے واسطے ہرگز کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے آپ کی عزت وعفت پر حرف آئے، ساتھیوں کے بہکاوے میں نہ آئیں اور نہ ہی دنیا کی رنگینی اور دل فریبی سے دھوکہ کھائیں ورنہ آپ کی معمولی سی چوک ہمیشہ کے لیے آپ کو رسوا کردے گی اور آپ کے والدین اور گھر والوں کو بھی، عزت وعفت کی حفاظت تعلیم پر مقدم ہے، تعلیم اگر واجب بھی ہو تو عصمت وعفت کا سودا کرنا حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب کی ادائیگی پر مقدم ہے۔

اسی طرح ملازمت کے میدان میں بھی دوسری جنس کے افراد کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تعلقات کو بڑھانا دوستیاں کرنا جائز نہیں ہے، ضرورت اور مجبوری کو اس کی حد میں رکھا جائے، اس کو بہانہ بنا کر حدود کو نہ توڑا جائے، گھر میں بیٹھی، امور خانہ داری کو ذمہ داری وایمانداری کے ساتھ انجام دینے والی شریک حیات کو شک وشبہ کا موقع نہ دیا جائے، اس سلسلہ کی ذرا سی بداحتیاطی نے کتنے گھروں کو تباہ کردیا، خاندانوں کو اجاڑ دیا، شر وفساد کے دروازوں کو کھول دیا اور بے حیائی وبے شرمی کے کیسے کیسے واقعات رونما ہوئے، الحفیظ والامان۔

میرے عزیزو! آپ کو ہرگز یہ خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ آپ کے گارجین آپ کی سرگرمیوں سے واقف نہیں ہیں، وہ آپ کی رنگ رلیوں اور درپردہ تعلقات کو نہیں جانتے اور اگر بالفرض ایسا بھی ہے تو آپ یہ بات نہ بھولیں وہ علیم وخبیر جو تاریک رات میں سیاہ پتھر پر رینگنے والی کالی چیونٹی کو دیکھتا ہے آپ کیسے اس کی نظروں سے اوجھل ہوسکتے ہیں۔ ﴿لَّا تُدْرِكُهُ الأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ (انعام:۱۰۳) اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہوجاتا ہے اور وہی بڑا باریک بیں باخبر ہے۔

اگر آپ نے اپنی چالاکی سے اپنی مشکوک سرگرمیوں کو چھپا بھی لیا تو اس دربار میں جہاں اولین وآخرین جمع ہوں گے آپ کی کارستانیاں کیسے چھپی رہ جائیں گی۔ ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ، وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ﴾ (زلزال:۷،۸) پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

اس دنیا میں آپ کی عصمت وعفت ایک قیمتی اور انمول متاع ہے، کسی بھی قیمت پر اس کا سودا نہ کریں اور نہ ہی دوسروں کے لیے شک کے دروازوں کو کھولیں، ہر کام، ہر بات اور ہر تعلق جس سے عزت پر آنچ آئے اس سے دور رہیں، قرآن کریم میں اللہ نے اپنے ان بندوں کی تعریف کی: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ، فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاء ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾ (معارج:۲۹-۳۱) اور

جولوگ اپنی شرم گاہوں کی (حرام سے) حفاظت کرتے ہیں، ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں، اب جو کوئی اس کے علاوہ راہ ڈھونڈے گا تو ایسے لوگ حد سے گذر جانے والے ہوں گے اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه، اضمن له بالجنة" (صحیح بخاری: ۶۱۰۹) جو مجھ سے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت لے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔

میں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ تعلیم سے لے کر عمل کے میدان تک اسلام سے اپنے رشتہ کو جوڑے رکھیں گے، حلال وحرام کی تمیز کریں گے، لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنے میں محرم ونامحرم کے فرق اور احکام کو ملحوظ رکھیں گے، تقوی اور پرہیزگاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر موقع پر ضبط نفس کا مظاہرہ کریں گے اور شیطان کے بہکاوے میں آکر اپنی عصمت وعفت کو نہیں گنوائیں گے، اپنے ماں باپ اور خاندان کے لیے عزت ونیک نامی کا باعث بنیں گے، دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے اور اللہ کے یہاں بھی اس تقوی واستقامت کے اجر عظیم سے نوازے جائیں گے۔ وماعلینا الا البلاغ۔

☆☆☆

(بقیہ درس قرآن)

ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

سورہ اسراء میں اللہ تعالی نے مکہ والوں کے بہت سارے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو آپ کی نبوت کے انکار کے سلسلہ میں کیا کرتے تھے۔ وہ یہ بات تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھے کہ ہم جیسا انسان اللہ کا رسول ہوسکتا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُواْ إِذْ جَاءَ هُمُ الْهُدَى إِلاَّ أَن قَالُواْ أَبَعَثَ اللّهُ بَشَراً رَّسُولاً، قُل لَّوْ كَانَ فِي الأَرْضِ مَلآئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكاً رَّسُولاً﴾ (سورہ اسراء: ۹۴-۹۵) یعنی لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا: کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ آپ کہہ دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے سہتے تو ہم ان کے پاس آسمان سے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔

رسول اکرم محمد ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کرایا کہ آپ کہہ دیجئے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاء رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ (سورہ کہف: ۱۱۰) یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو، اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ☆☆

متعدی بیماریاں اوران کے احکام

خطبہ: ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید
امام وخطیب مسجد حرام، وسابق صدر مجلس شوری، سعودی عرب

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق
مدرس ام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام ارباب کا رب، اسباب کا پیدا کرنے والا، زیادہ اجر اور بکثرت ثواب عطا کرنے والا ہے، میں اس کا ثنا خواں ہوں، وہ ذات پاک ہے اور میں شکر گزار ہوں جس کی نعمتیں ہمارے اوپر برابر جاری ہیں اور وہی مہربان عطا کرنے والا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، صرف اسی پر ہمارا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے پیشوا اور نبی محمد ﷺ سب سے اشرف وافضل نسل سے اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ کی رحمت وبرکت نازل ہو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی پاکیزہ ونیک آل اولاد پر جو کہ بہترین آل اولاد ہیں اور آپ ﷺ کے روشن وبابرکت صحابیوں پر جو کہ بہترین اصحاب ہیں، اور تابعین پر اور ان سب پر جو قیامت تک ان کی احسان کے ساتھ اتباع کرنے والے ہیں۔

حمد وصلاۃ کے بعد: اے لوگو میں اپنی ذات اور آپ سب کو اللہ کے تقوی کی نصیحت کرتا ہوں، لہذا اللہ سے خوف کھاؤ، اللہ ہم سب پر رحم فرمائے، آخر ہماری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے جو ڈر اور دھمکی کے باوجود جامد ہیں، اور ہماری عقلوں کو کیا ہوگیا ہے جو موعظت ونصیحت کے باوجود غافل ہیں، کیا وہ گردش زمانہ سے مامون ہیں یا انہوں نے اپنے ہر چھوٹے بڑے گناہوں کو بھلا دیا ہے گویا کہ اس کے علاوہ کا حساب اور سوال ہوگا۔

لہذا اے لوگو! اللہ آپ سب پر اپنی رحمت نازل فرمائے، سخت محنت کرو، کوشش اور جانفشانی میں لگے رہو، اور اللہ کے حضور میں اپنے آنسو بہاؤ اس سے پہلے کہ واپسی مشکل ہوجائے، اور موت آنے سے پہلے مصیبت کا سامنا کرنے کی تیاری کرلو، روؤ اور گڑگڑاؤ، ہدایت کی راہ پر چلو، غفلت اور ہلاکت کی راہوں سے دور رہو، اپنے دلوں کو تقوی سے آباد کرو، کیونکہ آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے، فرمان الہی ہے: ﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ، وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ، وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ، لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ (ق:۱۹-۲۲) اور موت کی جانکنی حق لے کر آپہونچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا، اور پھر صور پھونکا گیا، یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا، ہر شخص اس حال میں آگیا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے، گواہی دینے والا ہے، اس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا، ہم نے پردہ ہٹادیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔

اے مسلمانو! اسلام نے انسان کے دین، جان، عقل، نسل اوراس کے مال کی حفاظت فرمائی ہے، اسی طرح سے اسلام نے اس کے عقیدہ، عبادت، صحت اور تندرستی اور عافیت کو بھی تحفظ عطا کیا ہے، اور بلاشبہ تمام انسان شریعت کی میزان میں کرامت وبزرگی، حقوق اور ذمہ داری میں برابر ہیں، اوران کے درمیان شرف وفضیلت کا صرف ایک ہی معیار تقوی ہے، اسی وجہ سے انسان کی بھلائی اور کامیابی صرف اسی میں ہے کہ وہ پہلے اللہ کی شریعت پر مضبوطی سے جمارہے، اور پھر زمین کی اصلاح، اس کی اچھی آبادکاری اوراس پر آباد لوگوں کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے کا تعاون کرتا رہے، اللہ کا فرمان ہے:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَجِيبُواْ لِلّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾ (الانفال:۲۴) اے لوگو جوایمان لائے ہو اللہ اوراس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

قافلہ انسانیت کی حفاظت، عناصر جماعت اور اللہ کی شریعت پر ثابت قدمی کے تحفظ ایک دوسرے کا تعاون کرتا رہے مشترک ذمہ داری کی سب سے بڑی واضح مثال اور نمونہ وہ ہے جو آپ ﷺ نے اپنے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے کہ اللہ کے حدود کی نگرانی کرنے والوں اوراس میں واقع ہونے والوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنھوں نے ایک کشتی کے بارے میں قرعہ اندازی کی جس کے نتیجہ میں کچھ کواس کا اوپری منزل ملا اور کچھ کو اس کا زیریں منزل، لہذا جو لوگ اس منزل میں تھے جب وہ پانی لینے کے لیے اوپر جاتے تھے تو ان کا گزر بالائی منزل والوں کے پاس سے ہوتا تھا، لہذا انہوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے نچلے والے حصے میں سوراخ کرلیتے ہیں تو ہم اپنے اوپر والوں کو تکلیف دینے سے بچ جائیں گے، اب اگر اوپر والوں نے نیچے والوں کو ان کے ارادہ وخواہش کے مطابق آزاد چھوڑ دیا تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے، لیکن اگر انھوں نے ان کو اس کام سے باز رکھا تو سب کے سب نجات پاجائیں گے، یہ روایت حضرت نعمان بن بشیر کی ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے اہل علم حضرات نے ہراس بات کی طرف توجہ دی ہے جس کا تعلق انسان کے حالات اوراس کی مختلف ضرورتوں مثلا خوراک، دوا، صحت، سلامتی، سے ہے، استدلال کرتے ہوئے نصوص شرع، اس کی غرض وغایت، مقاصد وحکمتوں سے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھیے کہ تعاون کا سب سے بڑا ذریعہ اوراس کا سب سے کشادہ دروازہ وہ گہرا احساس وشعور ہے جو بعض دنیاوی مصیبتوں میں گرفتار لوگوں کے تئیں ہمارے اندر پایا جاتا ہے، یہ ایک ایسا مثالی تعاون ہے جس سے پورا سماج اپنے تمام جماعتوں اور طبقات بشمول تندرستوں اور بیماروں کے دلی سکون اور نفسانی راحت حاصل کرتا ہے۔

اللہ کے بندو! اس امر کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کسی بیماری خصوصا کسی متعدی بیماری میں مبتلا شخص کے بارے میں ہمارا رویہ اور تصرف کیسا ہونا چاہیے، ہمارا اس کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کیسا ہونا چاہیے،

اللہ ہمیں اور آپ کو اپنی عافیت میں رکھے اور ہمارے اور تمام مسلمانوں کے مریضوں کو شفاء عطا فرمائے۔

معلوم ہوا کہ عدوی یعنی چھوت کی بیماری برحق ہے، جو اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر سے متعدی ہوتی ہے، اور یہ چیز طبعی اور واقعی طور پر معلوم ہے کہ متعدی بیماریاں بعض لوگوں کو ہوتی ہیں اور بعض کو نہیں ہوتی ہیں، چنانچہ متعدی امراض اللہ کے حکم سے متعدی ہوتے اور پھیلتے ہیں، اور اگر اللہ کا حکم نہ ہو تو وہ نا متعدی ہوں گے اور نہ ہی منتقل ہوں گے، اور یہ مشاہدہ ہے کہ متعدی مریض سے میل جول رکھنے والے بعض کو یہ بیماری ہو جاتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی ہے حالانکہ وہ سب ایک ہی جگہ پر رہتے ہیں، اور متعدی جراثیم کے جسم کے اندر داخل ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ بیماری آدمی کو ہو جائے، اسی وجہ سے ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیماری متعدی نہیں ہوتی ہے، بدشگونی کوئی شے نہیں ہے، ھامہ پرندہ سے بدشگونی کوئی چیز نہیں ہے، صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہے، اور جذام یعنی کوڑھ کی بیماری میں مبتلا شخص سے اسی طرح بھاگو جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہو، بخاری نے اس حدیث کو معلق روایت کیا ہے جبکہ ابونعیم اور ابن خزیمہ نے اس کو موصول روایت کیا ہے، اس کا مطلب صاف اور واضح ہے کہ اختلاط اور میل جول ایک سبب ہے اور سبب کا کبھی نتیجہ نکلتا ہے اور کبھی نہیں نکلتا ہے، پس معزز شان اور بلند سلطنت والا اللہ ہی رب الارباب اور اسباب کا پیدا کرنے والا ہے، وہی معبود برحق ہے اور اسی معزز شان والے نے جادو کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ لوگ اس کے ذریعہ سے اذن الٰہی کے بغیر کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے۔(البقرۃ:۱۰۲)

بنابریں ایک مسلمان اور مومن یہ پختہ اعتقاد رکھتا ہے کہ بلاشبہ اللہ ہی حفاظت کرنے والا، اور تدبیر وتصرف کرنے والا ہے، اسی نے اسباب کو پیدا کیا ہے اور اسی کے حکم سے وہ اثر کرتی ہیں اور اپنا اثر دکھاتی ہیں، ایک مسلمان فائدہ کے اصول اور نقصان سے بچنے کے لیے اسباب کا سہارا لیتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ پاک اللہ ہی رب الارباب ہے اور اسباب کا پیدا کرنے والا ہے، وہی اس کے اثر کا حکم دیتا ہے اور وہی اس کے اثر کو روکتا بھی ہے، چنانچہ وہی تنہا مالک اور تصرف کرنے والا ہے، اور ایک مسلمان اللہ کی تقدیر کو اسی کی تقدیر کے ذریعہ دور کرتا ہے، کیونکہ بیماریاں، دوائیں، علاج اور شفاء سب کچھ اللہ کی تقدیر، اس کے حکم اور رحمت سے ہیں۔

بنابریں ہماری شریعت توکل اور اسباب کو اپنانے واختیار کرنے دونوں کو شامل ہے، چنانچہ علاج ومعالجہ اللہ کے حکم سے بیمار کو شفاء دیتا ہے جس طرح خوراک بھوک کو مٹاتی ہے اور گرمی وسردی دونوں اپنے عکس وضد سے دور کیے جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ توحید کی حقیقت صرف ان اسباب کو اپنانے سے پوری ہوگی جن کو اللہ نے بطور تقدیر وشریعت ان کے مسببات کا تقاضہ قرار دیا ہے، چنانچہ اسباب کو معطل کر دینا اور اس کو چھوڑ دینا اللہ پر توکل کے منافی ہے اسی وجہ سے کسی انسان کی بےبسی اور عاجزی توکل کا نام نہیں ہے اور نہ ہی اس کا توکل عاجزی و بےبسی ہے۔

لہذا اے مسلمانو! جو شخص ان متعدی بیماریوں میں سے کسی بیماری میں گرفتار ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اسباب اور وسائل کو اختیار کرے جس میں خود اس کی سلامتی اور اس کے نسل وبچوں کی سلامتی ہے، بایں طور کہ وہ ایسا شوہر یا بیوی اختیار

کرے جس کی نسل اس بیماری سے متاثر نہ ہو، اوراس سلسلے میں ڈاکٹروں اور ماہرین اہل فن سے مشورہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اس کے مناسب حال مشورہ دے سکیں۔

ساتھ ہی ساتھ شادی سے پہلے میڈیکل جانچ کرانا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بہت سارے فوائد ہیں، اسی وجہ سے حاکم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ طبی جانچ لوگوں پر ضرور قرار دے دے، کیوں کہ اس کا یہ تصرف مصلحت عامہ سے جڑا ہوا ہے جیسا کہ اہل علم نے بیان کیا ہے۔

اور شادی کا ارادہ رکھنے والے لڑکا اور لڑکی دونوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی بیماری کی اطلاع ایک دوسرے کو دیں تاکہ ہر ایک کو اس کا علم ہوجائے، اور وہ دونوں آپس میں مل کے ایسی کارروائیاں کریں اور احتیاطات برتیں جس میں ان دونوں کے لیے اوران کے بچوں کے لیے سلامتی ہو، جس سے ان میں اوران کے بچوں میں وہ بیماری پھیلنے نہ پائے، اور علماء نے لکھا ہے کہ شادی کو فسخ یعنی ختم کرانے کا حق دلانے والی خرابیوں سے پاک ہونا عورت اوراس کے ولی کا حق ہے، اسی طرح غیر عارضی اور دائمی متعدی بیماریوں میں لڑکا اوراس کے گھر والوں کا حق ہے۔

اور نفع بخش اسباب میں سے اللہ کے حکم سے ٹیکوں کا لگوانا بھی ہے کیوں کہ اس کا بہت زیادہ فائدہ اوراثر ہوتا ہے۔

اسی طرح علاجی اور حفاظتی تدابیر میں سے پاکیزگی، صفائی ستھرائی ہے، اسی وجہ سے ہمارا دین پاکی پر ابھارتا ہے اور اس کو ایمان کا ایک جزء بلکہ آدھا ایمان قرار دیتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے غسل، گندگی اور غلاظت سے صفائی بدبوؤں سے دور رہنے اوراس کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے، فرمان باری ہے: بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (البقرة:۲۲۲)

اوراسلام میں صفائی وپاکیزگی، جسم اور کپڑا، مکان اور جگہ، تینوں کی صفائی وپاکیزگی کو شامل ہے، بنابریں ایک مسلمان اپنے جسم، لباس، گھر اور تمام شعبوں میں ایک اچھی وبہترین حالت میں ہوتا ہے، طبیعت کو مکدر اور خراب کردینے والی میل کچیل اور نفرت انگیز شکل وصورت سے دور رہتا ہے، اور ایک طاقت ور مسلمان ایک کمزور مسلمان کی بہ نسبت اللہ عز وجل کو زیادہ بہتر واچھا اور زیادہ محبوب ہوتا ہے، اور ہر ایک میں خیر وبھلائی ہے، کیوں کہ ایک طاقت ور مسلمان زندگی کی بوجھ وتکلیف کو اچھی طرح برداشت کرتا ہے، اوراپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سے نبھاتا ہے۔

ایک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھلے جبکہ اس کا ارادہ سونے کا ہو اور جب نیند سے بیدار ہو، جب کھانا تناول فرمائے، یہ سب کچھ مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ غسل کرنے میں سستی برتتے ہیں، لہذا پیارے نبی ﷺ نے اس سلسلے میں رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر مسلمان کے اوپر واجب ہے کہ وہ ہر سات دن میں غسل کرے اوراپنے سر بدن کو دھلے۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔

اوراس سلسلے میں جو رہنمائیاں اور توجیہات وارد ہوئی ہیں ان میں گھروں، آنگنوں اور راستوں کی صفائی وستھرائی ہے، اسی طرح راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا صدقہ ہے، اور غیر جاری ودائمی یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے روکا گیا ہے، نیز لوگوں کے پانی، ان کے سایہ حاصل کرنے کی جگہوں، سیر وتفریح، بیٹھنے اور عام جگہوں کو پیشاب، پائخانہ یا اس کے علاوہ کسی بھی طرح کی گندگی سے گندا کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور لوگوں کو ناپاک وگندا کرنے والی اور تکلیف دینے والی ہر چیز کو زائل کرنے کا حکم ہے، اور صفائی ستھرائی میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی چھینکتے یا کھانستے وقت اپنے منہ اور ناک پر ہاتھ یا ٹیشو پیپر یا اس جیسی چیز رکھے، اور برتن میں سانس لینے سے بچے، اور بیمار آدمی کے برتنوں کو استعمال نہ کرے۔

اے اسلامی بھائیو! بلاشبہ قرنطینہ (کوارنٹین) کا طریقہ اسباب وذرائع کو اپنانے، یقین اور بہترین توکل سب کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اور کوارنٹین کا مطلب ہے کہ خطرناک وبائی بیماریوں میں مبتلا افراد کو تندرست وصحت مند لوگوں سے الگ ودور رکھا جائے، اور اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بیمار انسان یا اونٹ کو کسی صحت مند انسان یا اونٹ پر نہ لایا جائے، یہ روایت بخاری کی ہے۔ اسی طرح حدیث کی صحیح اور سنن کی کتابوں میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیشک یہ طاعون عذاب اور اس کا بقیہ ہوتا ہے، جس کے ذریعہ تم سے پہلے کے لوگوں کو عذاب دیا گیا، لہذا جب یہ کسی علاقہ میں ظاہر ہوا اور تم وہاں پر موجود ہو تو وہاں سے نہ نکلو، اور جب تم کو یہ معلوم ہو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ، اور طاعون سے مراد ہر وہ بیماری ہے جو عام ہوتی ہے پھیلتی ہے اور ایک دوسرے کو منتقل ہوتی ہے۔

میرے بھائیو! اس سلسلے میں علماء نے تحریر کیا ہے کہ بیمار آدمی لوگوں کے مجمع میں حاضر نہیں ہوگا اگر اس کی بیماری اختلاط کے ذریعہ یعنی لوگوں کے ساتھ بیٹھنے چھونے یا سانس لینے سے منتقل ہوتی ہے، چنانچہ نہ وہ جمعہ کی نماز میں حاضر ہوگا اور نہ ہی جماعت سے نماز ادا کرے گا، اسی طرح حج وعمرہ اور زیارت کے لیے سفر نہیں کرے گا کیوں کہ اس سے دوسروں کو نقصان ہوگا اور تکلیف ہوگی، بلکہ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تکلیف لہسن، پیاز، اور گندنا کی تکلیف سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔

اور وہ مریض جس کو بیماری بہت ساری چیزوں کے کرنے سے روک دیتی ہے اس کو یہ جان لینا چاہیے کہ ان نیک اعمال مثلاً جمعہ، جماعت، حج، عمرہ وغیرہ کا ثواب ان شاء اللہ اس کو کامل طور پر ملے گا اگر وہ اپنی نیت میں سچا ہے اور ان کاموں کے کرنے کا حریص ہے، لیکن بیماری کی مجبوری کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کرسکتا ہے، خواہ وہ ایسا اپنے مصلحت اور فائدہ کے لیے یا اپنے مسلمان بھائیوں کے فائدہ کے لیے کرتا ہے، کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی انسان بیمار ہوجاتا ہے یا سفر میں ہوتا ہے تو اس کو اس کے عمل کا اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا کہ وہ صحت اور اقامت کی حالت میں کرتا تھا، یہ بخاری کی روایت ہے۔

اور ہمارے نبی ﷺ نے جہاد سے بے بس اور مجبور لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ بلاشبہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب بھی تم کوئی دوری طے کرتے ہو یا کسی وادی سے گذرتے ہو تو وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہوتے ہیں کیوں کہ ان کو عذر اور مجبوری نے روک دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا دین نہایت آسان ہے اور اس کے فضل وکرم بہت ہی کشادہ ووسیع

ہے،اسی وجہ سے ایک بیمار انسان کوصبر کرنے،اللہ کی تقدیر سے راضی ہونے اور اسباب کے اپنانے کا اجر وثواب ملتا ہے،اور بلاشبہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

اے برادران اسلام!اوراس سلسلے میں جن چیزوں کی طرف توجہ دینی ضروری ہےان میں ان بیماریوں میں مبتلا لوگوں کی خصوصی نگہداشت،اچھی نگرانی اور بہترین خدمت ہے،اوران کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جیسا کہ ان بیماریوں کا تقاضہ ہوتا ہے،خاص طور سے بچوں کا مدت حضانت،ورضاعت میں خصوصی خیال رکھا جائے اوران کی مکمل نگہداشت کی جائے۔

ساتھ ہی اس بات پر بھی تنبیہ کرنی واجب وضروری ہے کہ بیمار لوگوں کی عزت کا پورا خیال رکھا جائے،ان کے بارے میں بول کرکے،اشارہ کرکے،گالی دے کے،مذاق کرکے،حقارت سے دیکھ کرکے غرضیکہ کسی بھی ذریعہ سے ان کے اوپر دست درازی نہ کی جائے۔خبردار نعوذ باللہ ان کی عزت پر حملہ کیا جائے،ایسی صورت میں حد سے گذرنے والے کوسخت سزا دینی چاہیے جوحد قذف یعنی تہمت لگانے کی حد بھی ہوسکتی ہے۔

ان سب کے بعد،اللہ کی آپ سب پر رحمت ہو۔واجب ہے کہ ہم اللہ کی عافیت اورسلامتی پر تعریف وثنا کریں،اور ہر ضرورت مند ومحتاج کی مدد کرنے میں سبقت لے جائیں،کیوں کہ ہر انسان مکرم ومعزز ہے،حدیث میں ہے کہ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ اس کی دنیا وآخرت دونوں میں پردہ فرمائے گا اور اللہ اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔یہ روایت مسلم کی ہے۔

میں اللہ کے ذریعہ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو،اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب (یعنی نوشتہ تقدیر) میں لکھ نہ رکھا ہو،ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے،تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہواس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ،اور اللہ گھمنڈی فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے۔(الحدید:۲۲)

اللہ تعالی ہمارے اور آپ کے لیے قرآن وسنت کو نفع بخش بنائے۔

دوسرا خطبہ:

ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو اپنے قہر وغلبہ میں تنہا ہے،اور جو اپنے امر وحکم میں منفرد ہے،میں اس کے اہتمام وعنایت پر ایک شکر گذار بندہ کے تعریف کی طرح اس کی تعریف کرتا ہوں،اوراس کی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے،وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے،ایسی سچی گواہی جو شک سے بالاتر ہے اور ایسی یقینی گواہی جس میں کوئی شبہ نہیں ہے،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے رہبر محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں،اللہ کی بہترین وافضل رحمت وبرکت اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اہل خاندان پر اور آپ ﷺ کے تمام صحابیوں پر جو کرامت وبزرگی کے سب سے اعلی وافضل مرتبہ پر فائز تھے اور تابعین پر اور جو ان کی احسان کے

ساتھ پیروی کریں۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو! علماء اور اہل علم نے خبردار کیا ہے کہ جب کسی جگہ عام وباء پھیل جائے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو اللہ سے خوب دعا اور استغفار کرنی چاہیے، اور ساتھ ہی اللہ کی طرف رجوع کرنے اور رونے گڑگڑانے میں جلدی کرنی چاہیے کیوں کہ وباء کو ختم کرنے کے لیے دعا مانگنی شرعی طور پر جائز ہے، اور خود نبی کریم ﷺ نے مدینہ سے وباء کو ختم کرنے کے لیے دعا مانگی تھی جب کہ آپ ﷺ ہجرت کرکے وہاں تشریف لے گئے تھے، آپ ﷺ نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالی مدینہ کے وبا کو دور کرکے جحفہ کی طرف منتقل کردے۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ طاعون ایک شیطانی چبھن ہوتی ہے، لہذا جب کوئی انسان زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اس سے دور بھاگتا ہے، اور مصیبت و پریشانی جتنا اللہ کی طرف رجوع کرنے، اس سے تعلق بنانے اور ذکر واستغفار کرنے سے دور ہوتی ہے اتنا اور کسی بھی چیز سے دور نہیں ہوتی ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلاَ تَتَوَلَّوْاْ مُجْرِمِينَ﴾ (ہود:۵۲) اور اے میری قوم کے لوگو اپنے رب سے معافی طلب کرو، پھر اس کی طرف پلٹو وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا، اور مجرم بن کر بندگی سے منہ نہ پھیرو۔، اور ایک دوسری آیت میں ہے: ﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعاً حَسَناً إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ﴾ (ہود:۳) اور تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدت خاص تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔

اور جان لیجیے کہ خصوصا - اللہ آپ سب کی حفاظت فرمائے - بعض ان بیماریوں کے پھیلنے اور ظاہر ہونے کا سبب فحش گناہوں کا ارتکاب، حرام لذتوں سے لطف اندوز ہونا، ناجائز شہوات میں بے لگامی، زنا کاری، فحاشی، جنسی شذوذ اور بدکاری ہے۔ اس سلسلے میں عالمی اعداد وشمار بہت ہی خوفناک اور پریشان کن ہیں اور ہماری تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہیں، سن لیجیے جو بھی شخص کوئی بھی متعدی بیماری جان بوجھ کر پھیلاتا ہے تو وہ فساد و بگاڑ پھیلانے والا شخص ہے اور سخت سزا کا حق دار ہے، سن لیجیے اللہ سے ڈریئے اللہ آپ سب پر رحم فرمائے اور اسی سے معافی طلب کیجیے اور اسی سے توبہ کیجیے اور آپس میں ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کیجیے، بھلائی کا حکم دیجیے اور برائی سے روکیے، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیجیے اگر مومن ہیں، اور اب درود وسلام بھیجیے۔

☆☆☆

تاریخ کو مسخ نہ کریں
مرکزی دارالعلوم بنارس کو ترقی دینے کی بات کریں

عبداللہ سعود
ناظم اعلی جامعہ سلفیہ بنارس

مرکزی دارالعلوم بنارس جس کو آج الجامعۃ السلفیۃ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کے نام سے جانا جاتا ہے، جماعت اہل حدیث کا مرکزی دارالعلوم ہے۔اب وقت آگیا ہے کہ اس کی تاریخ مرتب کی جائے۔جس مقصد کے لیے قائم ہوا اس میں مدد کی جائے۔جامعہ کے کام کو مزید بہتر بنانے کے لیے اہل خیر حضرات آگے آئیں۔

اکتوبر ۲۰۱۳ء میں شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام دیا:

ابتدائی صفحات **تاریخ مرکزی دارالعلوم** (جامعہ سلفیہ بنارس)

اس کے جواب میں اپریل ۲۰۱۶ء میں عبدالرزاق عبدالغفار سلفی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام دیا:

مرکزی دارالعلوم (جامعہ سلفیہ) بنارس **نوگڑھ کانفرنس کی ہی دین ہے**

یہ لڑائی جھگڑا کی بات نہیں ہے۔جامعہ سلفیہ بنارس سب کا ہے۔میں سب کی عزت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ہر ایک سب کی عزت کرے۔منصب کے اعتبار سے (أنزلوا الناس منازلهم) لحاظ ضروری ہے، زبان سے بھی اور تحریر سے بھی۔

نوگڑھ کانفرنس ۱۶/۱۷/۱۸/۱۹/ نومبر ۱۹۶۱ء کو منعقد ہوئی تھی۔اس سے ۱۹ مہینہ پہلے یکم فروری ۱۹۶۰ء کے ترجمان میں محمد جعفر صاحب سلیم پرتاپ گڑھی کی ایک نظم چھپی ہے جو اگلے صفحہ پر ہے، جس کی سرخی ہے:

''ہو بنارس کو مبارک مرکزی دارالعلوم''

یہ نظم قارئین کو اور دونوں مؤرخین کی خدمت میں پیش ہے۔امید کہ افراد جماعت تعمیری کاموں میں ایک دوسرے سے مسابقت میں حصہ لیں گے اور ایک دوسرے کے رد وقدح سے پرہیز کریں گے۔اللہ تعالی ہم سب کو خلوص کے ساتھ دین وقوم کی خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔والسلام

ہو بنارس کو مبارک مرکزی دار العلوم

(ترجمان، یکم فروری ۱۹۶۰ء)

از: محمد جعفر سلیم پرتاپ گڑھی

آئے خوشا قسمت کہ پھر آئی ہے گلشن میں بہار
باغباں سو جان سے ہے ہر خیاباں پر نثار

بن رہا ہے جب وہاں پر مرکزی دار العلوم
ہے بہت اونچا بنارس کی جماعت کا وقار

جنت فردوس سے دیکھے گی جب دار العلوم
آئے گی روح ابوالقاسم وہاں پر بار بار

ہو گئی ہے کچھ نہ کچھ تنظیم اپنی قوم کی
از سر نو پھر پلٹ آئے وہی گزری بہار

اے بنارس جوش میں ہیں تیرے فرزانے ابھی
ہوش کی باتیں کریں گے سارے دیوانے ابھی

راز کی باتیں نہ آئیں سمجھانے ابھی
آپ جانیں یا بنارس کی زمین جانے ابھی

درسگاہ زندگی کی بات پردے سے کریں
دیکھ کر ورنہ مچل جائیں گے دیوانے ابھی

☆☆☆

جنازہ میں دوسلام کی مشروعیت پر
دلالت کرنے والی حدیث کا تحقیقی جائزہ

(قسط:2-2)

مولانا محمد یوسف مدنی /استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

۲- حماد کی تدلیس کے تعلق سے واضح رہے کہ جن دو نصوصِ ائمہ کی بنا پر ان پر تدلیس کی تہمت لگائی گئی ہے وہ درج ذیل ہیں:

أ- امام احمد کہتے ہیں:

" حدثنا مؤمل عن حماد بن زيد قال: حدثني محمد بن ذكوان قال: كتبت إلى حماد: أخبرني بما حدثتنا به عن إبراهيم أسمعته من إبراهيم؟ قال: منه ما سمعت ومنه ما حدثني به غيره عن إبراهيم ومنه ما قست برأيي على إبراهيم"۔ (العلل لاحمد: ۲۷۶/۳، موسوعة اقوال الامام احمد: ۵۲۲۹)

محمد بن ذکوان نے کہا: میں نے حماد کو لکھا کہ آپ نے ہم سے ابراہیم نخعی کی سند سے جو حدیثیں بیان کی ہیں کیا آپ نے انہیں ان سے سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان میں سے کچھ حدیثیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابراہیم سے سنا ہے، اور کچھ ایسی ہیں جنہیں میں نے ابراہیم کے حوالہ سے دوسروں سے سنا ہے اور کچھ ایسی بھی ہیں جنہیں میں نے ان پر قیاس کر کے بیان کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حماد نے تینوں طرح بیان کردہ حدیثوں کو بلا تفریق وتمیز براہ راست ابراہیم نخعی سے بیان کر دیا ہے جو کہ تدلیس ہے۔

مگر اس نص کی سند صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا بیان کرنے والا محمد بن ذکوان خود ضعیف ہے۔ (العلو للذھبی: ۳۰۲/۱، تذہیب تقریب التہذیب لطارق عوض اللہ: ۳۶۵/۴،۳۶۶)

ب- دوسرا نص: امام ابن عدی نے کہا:

" حدثنا يحيي بن زكريا بن حيوية قال: قرئ على محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: حدثني شعبة عن حماد عن ابراهيم بحديث، قال شعبة: فلقيت حمادا، فقلت له: أسمعته من إبراهيم؟ قال: حدثني مغيرة، قال: فذهبت إلى مغيرة فقلت له: إن حمادا أخبرني عنك بكذا وكذا، فقال: صدق. قلت: وسمعته من إبراهيم؟ قال: لا، ولكن حدثني منصور، فلقيت منصورا فقلت: حدثني عنك مغيرة بكذا، قال: صدق، قلت: سمعته من إبراهيم؟ قال: لا، ولكن حدثني الحكم قال: فجهدت على أن أعرف

من طريقه، فلم أعرفه ولم يمكني ".

امام شافعی نے کہا: مجھ سے شعبہ نے عن حماد عن ابراہیم کی روایت سے ایک حدیث بیان کی ،شعبہ نے کہا: چنانچہ میں نے حماد سے ملاقات کی اوران سے پوچھا: کیا آپ نے اسے ابراہیم سے سنا ہے؟انہوں نے کہا: مجھ سے مغیرہ نے بیان کیا ہے، شعبہ نے کہا: پھر میں مغیرہ کے پاس گیا اوران سے کہا: حماد نے آپ کے حوالہ سے مجھ سے ایسی ایسی حدیث بیان کی ہے؟انہوں نے کہا: انہوں نے سچ کہا ہے، میں نے پوچھا: آپ نے ابراہیم سے سنا ہے؟ کہا: نہیں، مجھ سے منصور نے بیان کیا ہے، میں نے پھر منصور سے ملاقات کی اور کہا: آپ کے حوالہ سے مغیرہ نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی ہے؟انہوں نے کہا: سچ ہے، میں نے کہا: آپ نے ابراہیم سے سنا ہے؟ کہا: نہیں ،لیکن حکم نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ امام شعبہ کہتے ہیں: میں نے اس حدیث کوحکم کی سند سے معلوم کرنے کی بڑی کوشش کی مگر یہ میرے لئے ممکن نہ ہوسکا!

یہ الکامل تحقیق عادل احمد عبد الموجود وعلی محمد معوض ،مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ: ۳/ ۴ اور تحقیق الدکتور سھیل زکار مطبوعہ: دار الفکر، ۲/ ۵ ۲۳ کی عبارت ہے،اور مطبوعہ دار الفکر تحقیق لجنۃ من المختصین ۲/ ۶۵۳ میں اس کی سند یوں مذکور ہے:

"ثنا محمد بن حماد عن إبراهيم بحديث، قال شعبة: فلقيت حمادا، فقلت له أسمعته من إبراهيم؟..." باللفظ المذكور۔

الکامل کی مذکورہ تینوں مطبوعہ نسخوں میں اس نص کی سند صحیح طور پر مذکور نہیں ہے،خطا کا وقوع واضح طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

تیسرے نسخہ میں سند کا ناقص ہونا تو اظہر من الشمس ہے اوراس میں سقط ضرور ہے اور پہلے اور دوسرے نسخہ میں بھی سند درست طریقہ پر واقع نہیں ہے، اس کی ایک واضح دلیل امام شافعی کا: "حدثنی شعبۃ" کہنا ہے جبکہ علم حدیث سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں کہ امام شعبہ کی وفات 160 ھ کے اوائل میں ہوئی ہے اوراس وقت امام شافعی تقریبا دس برس کے تھے کیونکہ ان کی تاریخ پیدائش 150 ھ ہے اوراس عمر کے بچے سے امام شعبہ کا اس طرح کا دقیق علم بیان کرنا غیر معقول معلوم ہوتا ہے، نیز امام شافعی کے شیوخ میں نہ شعبہ کا ذکر ہے اور نہ ہی شعبہ کے تلامذہ میں شافعی کا ذکر ہے۔لہذا یہاں انقطاع واضح ہے۔

- پھر مجھے یہ واقعہ امام بیہقی کی درج ذیل تین کتابوں میں ملا:
- مناقب الشافعی (527/ 1 تحقیق السید احمد صقر):

"وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال: أخبرني أبو أحمد بن أبي الحسين قال: حدثنا عبد الرحمن –يعني ابن أبي حاتم، قال: حدثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم.

وأخبرنا أبو سعد أحمد بن محمد بن محمد بن الهروي قال: حدثنا أبو أحمد بن عدي قال: حدثنا يحيى

بن زكريا بن حيوية قال: قرئ على محمد بن عبد الله بن الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: حدث شعبة عن حماد عن إبراهيم بحديث قال شعبة: فلقيت حمادا".....

پہلی سند سے یہی واقعہ الخلافیات (۲/۴۱۱،۶۰۷ تحقیق مشہور حسن آل سلمان) میں بھی ہے، اور (الخلافیات: ۲/ ۴۱۰،۵۹۷، نیز معرفۃ السنن والآثار: ۱/ ۱۶۵،۱۶۶، ۲۶۰ تحقیق قلعجی) میں ایک تیسری سند سے بھی مروی ہے:

"وقد أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ، أخبرني أبو الحسين علي بن بندار الصوفي، ثنا أبو العلاء كامل بن مكرم، ثنا محمد بن عبد الله بن عبد الحكم قال: سمعت الشافعي يقول: حدث شعبة عن حماد عن إبراهيم بحديث، قال شعبة...".

اس سے واضح ہے کہ الکامل لابن عدی کے پہلے دونسخوں میں موجود سند صحیح ہے جبکہ تیسرے نسخہ میں سند ناقص ومحرف ہے البتہ "حدثني شعبة" کے بجائے "حدث شعبة" صحیح ہے اور ایسا ہی مقریزی کے " مختصر الكامل في الضعفاء وعلل الحديث ص ۲۴۹ میں ہے۔

اور شیخ مسفر دمینی نے بھی "حدث شعبة" ہی نقل کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں:

" لفظ الخبر كما في الكامل لابن عدي عن الشافعي قال: حدث شعبة عن حماد عن إبراهيم بحديث قال شعبة: فلقيت حمادًا "....(التدليس ص: ۱۹۵، ۱۹۶ (۱/ ۲۲)

لیکن "حدث" کے ضبط میں اختلاف ہے چنانچہ "الخلافيات" کے محقق شیخ مشہور حسن اور شیخ عبداللہ الجدیع نے تحریر علوم الحدیث (۲/ ۹۵۵) میں "حدث" صیغہ معروف کے ساتھ ضبط کیا ہے جبکہ شیخ مسفر دمینی نے "التدلیس" ص: ۱۹۶ میں صیغہ مجہول کے ساتھ ضبط کیا ہے۔

پس اگر معروف کا صیغہ تسلیم کیا جائے تو بھی سند میں شعبہ وشافعی کے درمیان انقطاع باقی ہے اور اگر مجہول کا صیغہ پڑھا جائے تو ایک اور انقطاع کا اضافہ ہو جاتا ہے کہ شعبہ سے بیان کرنے والا بھی نامعلوم ہے واضح رہے کہ شیخ جدیع نے شافعی تک سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

یہی نص امام ابن ابی حاتم الرازی کی کتاب آداب الشافعی ومناقبہ(219-218 تحقیق عبدالغنی عبدالخالق) میں صحیح طریقہ پر موجود ہے:

أنا أبو محمد، ثنا ابن عبد الحكم: سمعت الشافعي يقول: قال شعبة: " حدثني حماد بحديث عن إبراهيم. فقلت: من أخبرك؟ سمعت هذا من إبراهيم؟ قال: فقلت: من أخبرك؟ قال: أخبرني منصور، قال: فجئت إلى منصور، فقلت: أخبرني حماد عنك بحديث عن إبراهيم، أسمعته من إبراهيم؟ قال: لا، أخبرني مغيرة عن إبراهيم. فلقيت مغيرة، فقلت: رويتَ عن إبراهيم كذا وكذا؟. قال: نعم. قلت: سمعته منه؟

قال: لا، أخبرني حماد. قال: فحرصت أن أعرف: ممن خرج أول الحديث؟فلم أقدره"...

یہاں واضح طور پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہاامام شافعی نے حدث نہیں کہا ہے بلکہ قال شعبۃ کہہ کر واقعہ کو بیان کیا ہے جو محض نقل ہے اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ مجھ سے شعبہ نے بیان کیا ہے یا میں نے ان سے سنا ہے، لہذا حدث کو صیغہ مجہول کے ساتھ ضبط کرنا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

شیخ مسفر دمینی نے التدلیس ص ۱۹۶ میں اس واقعہ کا ایسا تجزیہ کیا ہے کہ اس سے حماد کی تدلیس کا ثبوت ہی محل نظر ٹھہرتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وإذا كان هذا الخبر دليلا على تدليس حماد، فإنه يصلح دليلا على تدليس الآخرين، أعني: مغيرة بن مقسم، ومنصورا، والحكم، فأما المغيرة بن مقسم فقد ذكر في المدلسين، وكذا الحكم إن كان ابن عتيبة فهو موصوف بالتدليس أيضا. أما منصور فليس في الموصوفين بالتدليس من اسمه منصور، ولا أدري أهو منصور بن المعتمر أم ابن زاذان أم ابن أبي الأسود؟ وحماد هذا ذكره الحافظ في المرتبة الثانية من مراتب المدلسين، ولم أجد في ترجمته ما يدل على تدليسه، ولم يصفه به أحد فيما علمت قبل الحافظ ابن حجر، كما لم يذكر له غير هذا الحديث الواحد، واحسب أنه من أهل المرتبة الأولى لندرة تدليسه لا الثانية كما صنع الحافظ ابن حجر، والله أعلم.

ثم إني نظرت في خبر الشافعي المتقدم فإذا فيه: حُدِّثَ بالبناء للمجهول. ولم يذكر من حدث شعبة عن حماد، وأخشى أن الواسطة هو الذي دلس الحديث تدليس التسوية لا حماد، وأيضا فالإسناد الذي يثبت به تدليس حماد منقطع فلا أرى يثبت عليه التدليس، وقد راجعت في نقل الخبر من الكامل نسخة محققة منه في كلية أصول الدين بالرياض، (۱ / ۲۹٦ من القسم الرابع من الكامل، رسالة ماجستير في كلية أصول الدين بتحقيق يحيى مختار غزاوي) للتأكد من النص، ولم اعتمد على المطبوع في هذا الموضع لاحتمال وقوع خطأ فيه، وهذا ما وجدته عند المقارنة بينهما في سياق هذا الخبر، والله اعلم."

"یعنی جب یہ خبر حماد کی تدلیس کے لئے دلیل ہے تو یہی مغیرہ، منصور اور حکم کے مدلس ہونے کی بھی دلیل ہے، مغیرہ کا ذکر مدلسین میں کیا گیا ہے، اور حکم کا بھی اگر یہ ابن عتیبہ ہیں، لیکن منصور نام کے کسی بھی راوی کو تدلیس سے متصف نہیں کیا گیا ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ یہ منصور کون ہے؟ ابن المعتمر ہے یا ابن زاذان یا ابن ابی الاسود؟

حماد کو حافظ نے مدلسین کے دوسرے مرتبہ میں ذکر کیا ہے لیکن ان کے ترجمہ میں مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے ان کا مدلس ہونا معلوم ہوتا ہو، اور حافظ سے پہلے کسی نے انہیں تدلیس سے متصف نہیں کیا ہے، اور انہوں نے ان کی صرف اس

ایک حدیث کے علاوہ کسی دوسری حدیث کا ذکر نہیں کیا ہے، اور میرے خیال میں حماد ندرت تدلیس کی بنا پر مرتبہ ثانیہ کے نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا ہے بلکہ مرتبہ اولی کے راوی ہیں۔

پھر میں نے خبر مذکور میں مزید غور کیا تو پتہ چلا کہ "حُدِّثَ" صیغہ مجہول ہے، یعنی شعبہ سے بیان کرنے والے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اور مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اسی واسطہ نے اس حدیث میں تدلیس التسویہ کیا ہے نہ کہ حماد نے، لہذا یہ سند جس سے حماد کی تدلیس کا ثبوت مل رہا ہے، منقطع ہے، بنابریں میرے نزدیک ان کی تدلیس ثابت نہیں ہو پا رہی ہے۔

میں نے الکامل کے کلیۃ اصول الدین، ریاض کے محققہ نسخہ کا بھی اس مقام پر مراجعہ کیا تا کہ نص کی صحت کا یقین ہوجائے، اور کامل کے محض مطبوعہ نسخہ پر اس میں وقوع خطا کے احتمال کی بنا پر اعتماد نہیں کیا ہے، دونوں نسخوں کے درمیان موازنہ کے بعد یہی چیز ظاہر ہوئی، واللہ اعلم۔

تنبیہ: کچھ لوگوں نے ایک اور علت کی نشاندہی کی ہے کہ حماد کے شیخ ابراہیم بن یزید نخعی مدلس ہیں اور انہوں نے یہاں صیغہ "عن" سے روایت کیا ہے، تحدیث کی صراحت نہیں کی ہے اس لئے بھی یہ سند ضعیف ہے!

مگر ابراہیم نخعی کے مدلس ہونے کے سلسلہ میں مختصرا درج ذیل باتیں ملحوظ خاطر رہنی چاہئے:

پہلی بات: امام حاکم کی کتاب "معرفة علوم الحديث" (ص 349 نص 258 ت احمد السلوم) کے جس نص کی بنیاد پر ان کا مدلس ہونا ثابت کیا جاتا ہے اس کی سند میں امام حاکم کے شیخ عبداللہ بن محمد بن حمویہ الدقیقی کے بارے میں جرح وتعدیل کے تعلق سے کوئی کلام نہیں مل سکا ہے، دیکھئے: رجال الحاکم للوادعی ص 51 ترجمہ: 67، مصباح الاریب: 2/185 ترجمہ: 14375۔

نیز اس واقعہ کو خلف بن سالم المخرمی نے "سمعت عدة من مشائخ اصحابنا" کہکر بیان کیا ہے۔

دوسری بات: سلسلہ سند "ابراهيم عن علقمه عن عبد الله بن مسعود عن النبی صلى الله عليه وسلم" کو امام نسائی نے "احسن الاسانید" قرار دیا ہے۔ (الجامع لاخلاق الراوی للخطیب: 2/123)

تیسری بات: ابراہیم نخعی کو حافظ ابن حجر وغیرہ نے مدلسین کے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے جن کا عنعنہ مضر نہیں ہے۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ حماد کا مختلط ومدلس ہونا نیز ابراہیم نخعی کا مدلس ہونا سخت محل نظر ہے، لہذا ان کی وجہ سے حدیث مذکور کو معلول قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

لہذا حدیث مذکور حماد کے طریق سے حسن درجہ کی ہے، واللہ تعالی اعلم۔

✦✦✦

اتفاق زندگی ہے اور اختلاف موت

عبداللہ صابر

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اتفاق واتحاد باعث خیر وبرکت اور اجتماعی عروج وارتقاء کیلئے موثر ترین ہتھیار ہے۔ جبکہ اختلاف وانتشار تباہی وبربادی اور غربت وافلاس کا پیش خیمہ ہے۔ قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہر دور وزمانے میں وہی قومیں اپنی حیثیت تسلیم کرواتی ہیں اور دنیا میں اپنی عظمت وسطوت کے پرچم لہراتی ہیں جو باہمی بغض وعناد اور اختلاف وانتشار سے دور رہ کر اپنی تمام تر توانائی قومی، ملی، سماجی اور سیاسی اصلاح کیلئے صرف کرتی ہیں۔ اس کے برعکس وہ قومیں جو باہمی نزاع واختلاف کا شکار ہوکر الگ الگ ٹولیوں میں بٹ جاتی ہیں اور خانہ جنگی کا شکار ہوجاتی ہیں وہ زندگی کے ہر شعبے میں شکست وریخت سے دوچار ہوکر نکبت وپستی کی عمیق کھائی میں جاگرتی ہیں۔

عالمی منظرنامے میں مسلمانوں کی مجموعی صورتحال کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مسلمان معاشی، اقتصادی، سیاسی بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں تشویش ناک حد تک پچھڑتے جارہے ہیں۔ عالمی تجارتی منڈیوں میں ان کی نمائندگی نہ کے برابر ہے۔ آپسی اختلاف وانتشار نے انہیں اس قدر طرح کھوکھلا کردیا ہے کہ تمام قدرتی وسائل اور معدنی ذخائر سے مالامال ہونے کے باوجود دوسروں کے محتاج اور دست نگر بنے ہوئے ہیں۔ مغربی ممالک پر ان کا انحصار اور ان کا ان پر اس قدر تسلط ہوچکا ہے کہ مسلم ممالک کے قائدین اپنی آنکھوں سے دیگر اسلامی ممالک کی تباہی وبربادی کا تماشا نہایت خاموشی کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔ ساتھ ہی مجرم مغربی ممالک کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت بھی پیش کررہے ہیں۔

اتفاق واتحاد کی قوت کے سلسلے میں دو واقعہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو یقیناً تعجب خیز، حیرت انگیز اور سبق آموز ہیں۔ شیراز ہند جونپور کے ایک معروف وکیل بی ڈی شریواستو نے ایک دفعہ کا واقعہ ذکر کیا کہ وہ صدر کوتوالی، جون پور میں داروغہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ہاتھ جوڑ کر کوتوالی کے اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی کوتوال صاحب بھی ہاتھ جوڑ کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی کرسی بیٹھنے کیلئے پیش کی۔ لیکن وہ شخص کوتوال کی کرسی پر نہیں بیٹھا، بلکہ ان کیلئے دوسری کرسی لائی گئی۔ اس کے بعد اسے چائے کی پیش کش ہوئی، لیکن انہوں نے معذرت کردی۔ آخر میں ہمہ تن گوش ہوکر کوتوال صاحب نے ان کی باتیں سنیں اور کاروائی کی یقین دہانی کراتے ہوئے انہیں بڑی عزت کیساتھ رخصت کیا۔ وکیل صاحب کیلئے کوتوال صاحب کا یہ غیر معمولی متواضعانہ رویہ غیر متوقع اور حیرت انگیز تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ صاحب کون تھے؟ اور ان کے ساتھ اس درجہ مودبانہ برتاؤ کی وجہ کیا ہے؟ کوتوال صاحب نے بتایا کہ یہ ایک دلت ہے اور دلتوں کے سلسلے میں ہمیں اوپر سے یہ حکم ملا ہے کہ وہ جب بھی کوتوالی آئیں انہیں عزت کے ساتھ کرسی پر بٹھایا جائے۔ چائے پلائی جائے۔ پھر ان کے مسائل کو سنجیدگی کے ساتھ سن کر فوری کاروائی کی جائے۔ وکیل صاحب نے دراصل یہ واقعہ مسلمانوں کی سیاسی بے وزنی اور آپسی انتشار کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر ایسا نہیں لگتا کہ اس ملک میں کبھی ان کی حکومت تھی۔

اس ملک میں صدیوں سے ذات پات کی تفریق چلی آرہی ہے۔ اونچی ذات کے لوگ نیچی ذات کے لوگوں کا اسی بنیاد پر استحصال کرتے چلے آرہے ہیں۔ سماج میں نیچی ذات کے لوگوں کی کوئی عزت، وقعت اور حیثیت نہیں ہے۔ ان کے ساتھ آج بھی

جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔آج بھی پسماندہ ذات کے لوگوں کو اعلیٰ ذات کے لوگ ہر طرح سے ہراساں کرتے ہیں۔جبکہ اس کی روک تھام کیلئے سخت قوانین بھی موجود ہیں۔بہت سی جگہوں پر آج بھی دلتوں کو مندر میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔سماج میں نیچا اور گرا ہوا سمجھا جانے والا ہر کام انہیں سے لیا جاتا ہے۔ان سب کے باوجود پسماندہ ذات کے اندر اور باہر بڑی تبدیلی دیکھنے میں آرہی ہے۔اب یہ لوگ بڑی تیزی کے ساتھ اصلاح اور ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔معاشی، سیاسی اور سماجی ہر لحاظ سے ان کی حالت مسلمانوں سے لاکھ درجہ بہتر اور قابل رشک ہے۔یہ بات بھی سچ ہے کہ ریزرویشن کی وجہ سے انہیں کافی فائدہ حاصل ہوا۔لیکن امبیڈکر اور کانشی رام کی ایماندارانہ قیادت اور سخت محنت نے انہیں سیاسی استحکام عطا کیا۔اب کوئی پیشہ کی بنیاد پر ان کی تذلیل، تحقیر اور استحصال نہیں کرسکتا۔گویا اتحاد، ایماندارانہ قیادت، سیاسی پلیٹ فارم اور مرکزی قیادت کی دوراندیشی نے پسماندہ ذات کو اس مقام پر لاکھڑا کیا ہے کہ ایک اعلیٰ ذات کا، اعلیٰ عہدے پر فائز افسر بھی ہاتھ جوڑ کر استقبال کرنے کیلئے مجبور ہے۔کیا یہ ہم مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ نہیں ہے؟ کیا ہمیں اس سے سبق لینے کی ضرورت نہیں ہے؟۔کہنے کو تو اس ملک میں ہماری صدیوں حکومت رہی ہے لیکن آج ہماری حالت محکوم، مظلوم اور مقہور قوموں سے بھی بدتر اور ناگفتہ بہ ہے۔

اب ایک تازہ ترین واقعہ بھی ذہن میں رکھئے جس نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔گجرات کی وزیراعلیٰ محترمہ کو استعفیٰ دینا پڑا۔گجرات کے شہر اُونا میں 11/جولائی 2016ء کو ایک مردہ گائے کی کھال اتارنے کی جرم میں چار دلت نوجوانوں کو بھگوا دہشت گردوں نے بڑی بے رحمی کے ساتھ زدوکوب کیا۔اس واقعہ نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں آگ لگادی۔گجرات سے لے کر پارلیمنٹ تک اس کی گونج سنائی دی۔مایاوتی کی پارلیمنٹ میں، پرجوش واشتعال انگیز تقریر نے حکمراں جماعت کو بیک فٹ پر لاکھڑا کیا۔انہیں مجبور ہوکر یہ یقین دہانی کرانی پڑی کہ خاطیوں کے خلاف فوری کاروائی کی جائیگی اور انہیں کسی بھی صورت میں بخشا نہیں جائیگا۔ہر پارٹی کے لوگ دلتوں پر ہوئے مظالم کی مذمت میں پیش پیش نظر آئے۔گویا پورے ملک کی ہمدردی دلتوں کے ساتھ ہوگئی تھی۔یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ ظلم وستم کے خلاف پورا ملک متفق ومتحد نظر آیا۔شاید اسی اتحاد کے نتیجہ میں مجرمین کو فوری طور پر گرفتار کیا گیا۔ٹھیک اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ اور دلسوز کئی حادثات گذشتہ کئی مہینوں میں مسلمانوں کے ساتھ بھی ہوئے۔سب سے بھیانک اور دلدوز واقعہ تو دادری کے اخلاق احمد کا ہے۔جنہیں 28/ستمبر 2015ء کو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ گئو کشی کے افواہ پر مشتعل بھگوائیوں کے ہجوم نے پیٹ پیٹ کر شہید کردیا۔ان کے بار بار انکار کے باوجود بھگوائیوں نے ایک نہ سنی اور پورے گھر کو تہس نہس کردیا۔عورتوں کے ساتھ بدتمیزی کی۔اخلاق کے ساتھ ان کے بیٹے دانش کو بھی باہر گھسیٹ کر لایا گیا اور بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ستم بالائے ستم یہ کہ اخلاق کے فریج سے ملے گوشت کو فورینسک رپورٹ نے مٹن بتایا لیکن نو مہینے بعد متھرا کی بھگوا لیب نے اسے بیف قرار دیا۔مزید اخلاق کے گھر والوں پر مقدمہ دائر کرکے اخلاق کی برسی پر ان کے اہل وعیال کے زخم پر نمک پاشی کی تیاری کی جارہی ہے۔مودی دور حکومت میں ''تحفظ گائے'' کے نام پر عوام پر بہت زیادہ زیادتیاں ہوئیں۔گئو کشی کے جھوٹے الزام میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا گیا۔لیکن مسلمانوں کی حمایت میں آج تک کوئی منظم اور متحد آواز سننے کو نہیں ملی۔پارلیمنٹ میں کوئی بڑا ہنگامہ برپا کرنا تو درکنار کسی مسلم ممبر پارلیمنٹ کی طرف سے کوئی بیان تک سامنے نہیں آیا۔غیروں سے بھلا کیوں کر شکایت ہوگی۔افسوس تو اس بات پر ہے کہ معمولی معمولی مسلکی باتوں پر سراپا احتجاج بن جانے والے مسلمانوں کی طرف سے بھی کوئی منظم اور مضبوط احتجاج دیکھنے کو نہیں ملا۔ایسا لگتا ہے کہ اخلاق اور نعمان کے ساتھ جو کچھ ہوا سب صحیح ہے۔

گجرات میں دلتوں کے ساتھ ہوئی زیادتی نے پورے ملک کو ان کی حمایت میں لا کھڑا کیا۔ منظّم اور مضبوط احتجاج ہوا۔ دلت تھنک ٹینک نے اخبارات اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اس واقعہ کی پرزور مذمت کی۔ حکمراں جماعت کو ہوش میں رہنے کی دھمکی دی۔ آخر یہ کس چیز کا نتیجہ ہے؟ اس درجہ جراءت اور بہادری کے پیچھے کون سی طاقت کارفرما ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ یہ ان کے سیاسی اتحاد کا نتیجہ ہے۔ ان کے آپسی اور سیاسی اتحاد نے انہیں اس قدر مضبوط و مستحکم بنا دیا ہے کہ ان کے خلاف ہونے والی ہر سازش اور مخالفت میں اٹھنے والی ہر آواز کو وہ پوری طاقت وقوت سے کچلنے کی استطاعت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن حیف صد حیف آزادی کے بعد سے آج تک مسلمان سوائے چمچہ گیری کے کچھ نہیں کر سکے۔ اگر تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوگی کہ آزادی کے بعد سے مسلم رہنماؤں نے قومی سطح کی ہر پارٹی کو نہایت ہی ایمانداری کے ساتھ اپنے خون جگر سے سینچا۔ لیکن اس کے باوجود کسی بھی پارٹی میں مسلم رہنماؤں کی حیثیت فیصلہ ساز کی نہیں بلکہ ربر کے اسٹامپ کی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے فیصلوں پر دستخط بھی سب سے پہلے انہی سے لی جاتی ہے۔ اگر کبھی کسی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی یا ذرہ برابر بھی مسلمانوں کی حمایت اور وفاداری کا مظاہرہ کیا تو انہیں یا تو پارٹی سے باہر کا راستہ دکھا دیا جاتا ہے یا پھر پارٹی کے اندر انہیں مفلوج اور اپاہج بنا کر دوسروں کیلئے باعث عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

آزادی کے بعد سے آج تک کبھی ہم نے سیاسی استحکام اور متحدہ پلیٹ فارم کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔ اور اگر اس سلسلے میں کبھی کوئی نحیف آواز اٹھی یا کسی کی طرف سے کوئی کوشش ہوئی تو ناعاقبت اندیش قوم نے اسے کلی طور پر مسترد کر دیا بلکہ اس پر طرح طرح کے الزامات عائد کر کے ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا۔ ہماری فطرت یہ ہوگئی ہے کہ ہم مکمل مشین بننے کے بجائے غیروں کا پرزہ بننے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ہمیشہ غیروں کا آلہ کار بن کر اپنوں کا گلا کاٹتے ہیں۔ ایماندارانہ مضبوط سیاسی قیادت کے فقدان کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت دلتوں سے بدتر ہے، یہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ اور جب تک ہم مسلکی، گروہی، لسانی، علاقائی اور جماعتی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر سیاسی اعتبار سے متحد نہیں ہوں گے اس وقت تک ہماری حالت سدھر نہیں سکتی۔

مذکورہ دونوں واقعات کی تہ میں جانے سے اور اقوام وملل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قومیں اتفاق واتحاد کی بنیاد پر عروج پاتی ہیں اور اختلاف وانتشار کی وجہ سے ہزیمت اور شکست خوردگی سے دوچار ہوتی ہیں بلکہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دی جاتی ہیں۔ مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے:

قوم جب اتفاق کھو بیٹھی　　　اپنی پونجی ہاتھ سے دھو بیٹھی

امت مسلمہ آج کل جن حالات سے دوچار ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ صورتحال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ انہیں مارا جاتا ہے لیکن رونے نہیں دیا جاتا۔ ہر جگہ مسلمانوں پر ظلم وستم روز کا معمول بن گیا ہے۔ یہ ہر طرف مظلوم، مجبور اور مقہور نظر آرہے ہیں، جبکہ اللہ رب العالمین کا یہ وعدہ ہے کہ میں دنیا میں مسلمانوں کو عزت عطا کروں گا۔ عظمت، رفعت، اقتدار، حکومت، شرف اور کرامت یہ سب کچھ مسلمانوں کیلئے ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالی کے وعدے برحق ہونے کے باوجود یہ دنیا مسلمانوں پر تنگ ہو چکی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں مسلمان جن حالات سے گذر رہے ہیں یا ان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے گذشتہ تاریخ میں شاید ہی اس کی کوئی مثال مل سکے اس کا سبب اور وجہ کیا ہے اس کو سمجھنا بہت مشکل نہیں ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

سبب تو ایک ہے جسے تو خود سمجھتا ہے　　　کہ زوال بندہ مومن بے زری سے نہیں

ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کے پاس دولت کی قلت ہے۔ یہ بھی نہیں کہ مسلمانوں کی اپنی حکومتیں نہیں ہیں۔ افرادی لحاظ سے

بھی مسلمان دنیا میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ سب کچھ ہونے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس کا سب سے اہم اور بنیادی سبب مسلمانوں کے اندر اتفاق و اتحاد کا فقدان ہے۔ اتحاد قوموں کو ایک ناقابل تسخیر طاقت وقوت عطا کرتا ہے۔ دشمن کبھی ان کی طرف نگاہ بد اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ دنیا کا ہر چوتھا انسان مسلمان ہونے کے باوجود بے وزنی، ذلت و پستی، انتشار و بد حالی کا شکار ہیں اور بزدلی کا عالم یہ ہے کہ دشمنان اسلام، یہود، ہنود اور نصاریٰ مسلمانوں کیلئے بلائے بے درماں بنے ہوئے ہیں۔

سچ ہے کہ قطرہ جب سمندر میں ہوتا ہے تو وہ خود ایک سمندر کی طاقت رکھتا ہے۔ موجوں کے ساتھ مل کر تلاطم برپا کر دیتا ہے۔ سنامی جیسی ہلاکت خیز طوفان برپا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور جب سمندر سے الگ ہوتا ہے تو اس کی حیثیت قطرہ بے وقعت کی ہوتی ہے۔ پتھر کے ذرات جب پہاڑوں یا چٹانوں کے جزء ہوتے ہیں تو گویا خود چٹان ہوتے ہیں لیکن جب ان سے الگ ہو جاتے ہیں تو ان کی حیثیت ایک ذرہ بے مقدار کی ہوتی ہے جن کا مقدر ہی پامال ہونا ہوتا ہے۔ لوگوں کے پیروں تلے روندے جاتے ہیں۔ ٹھیک یہی حال قوموں اور امتوں کا ہے۔ اتحاد انہیں سمندر کی طرح طاقتور بنا دیتا ہے۔ آپسی اتفاق اور پیار محبت سے وہ چٹان کے مانند مضبوط اور غیر متزلزل ہوتے ہیں۔ لیکن جب آپسی انتشار، اختلاف اور بکھراؤ سے دوچار ہوتے ہیں تو ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ ان کی حیثیت سمندر کے جھاگ کی طرح ہوتی ہے۔ اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر ہوتی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں کثرت سے اتفاق و اتحاد کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اختلاف و انتشار کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔ بلکہ اسے اجتماعی ہلاکت قرار دیا گیا ہے اس کے باوجود آج مسلمان سب زیادہ انتشار کا شکار ہیں۔ کون سی ایسی جگہ ہے جہاں ہم متحد ہیں۔ سیاسی اعتبار سے ہم مختلف ہیں۔ مسلکی اعتبار سے ہم ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ تنظیمی اعتبار سے ہمارا معاملہ ناگفتہ بہ ہے۔ تعلیمی ادارے تک گروہ بندی کے شکار ہیں۔ ایسے حالات میں خیر کی توقع کہاں اور کن سے کی جائے۔

برصغیر ہند و پاک بنگلہ دیش میں اختلاف کی سب سے خطرناک اور مہلک صورت مسلکی اختلاف ہے۔ اس اختلاف سے جو زخم لگا ہے وہ بہت کاری ہے اور اس کے مندمل ہونے کی کوئی صورت مستقبل میں نظر نہیں آرہی ہے۔ بلکہ اس کی گہرائیاں مزید بڑھتی جارہی ہیں۔ پرجوش مقررین، کم علم واعظین، موقع پرست اور مفاد پرست دینی رہنما، ضمیر فروش علماء اور ایمان فروش قلمکار عوام کے دلوں میں ایک دوسرے کے سلسلے میں نفرت، عداوت، اور بغض وعناد کے جذبات کسی بھی صورت میں کم نہیں ہونے دیتے بلکہ گاہے بگاہے اسے بھڑکاتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے درمیان اتنی اونچی دیوار کھڑی کر دی گئی ہے کہ مصائب کے وقت وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ طوفان آتے ہیں لیکن انہیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مقابلہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ سیل بلاخیز ٹوٹ پڑتا ہے لیکن مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمان اپنے اختلافات سے کسی اور کو نہیں خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ دشمن کی طاقت میں اضافہ کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو کمزور کر رہے ہیں۔ حالیہ دنوں میں ڈاکٹر ذاکر نائک کے خلاف بھگوائیوں کی منصوبہ بند منظم سازش اور بعض نام نہاد مسلم تنظیموں کی طرف سے ان کے خلاف احمقانہ ردعمل اس کا جیتا جاگتا نمونہ ہے کہ ہم کس قدر مسلکی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کے جانی دشمن بن چکے ہیں۔ سچ ہے کہ:

بھیجا گیا تھا جن کو قیادت کے واسطے — گوشہ نشین ہو کے وہ دنیا سے کٹ گئے
دشمن ہے کامیاب مٹانے میں اس لئے — ہم اتحاد توڑ کر فرقوں میں بٹ گئے

ہندوستان میں مسلکی اختلاف کوسب سے پہلے شیعہ اورسنی کے نام سے ہوادی گئی۔دونوں کے درمیان اس قدر دوریاں پیدا کردی گئیں کہ دونوں کی آبادیاں بالکل ایک دوسرے سے الگ ہوگئیں۔کوئی کسی کو دائرہ اسلام میں رکھنے کیلئے تیارنہیں ہے۔ایک گروہ اپنے لئے مومنین کالقب اختیار کرتا ہے جب کہ دوسرا اسے سرے سے مسلمان ہی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ وہ مومن ہو۔موقع بموقع دونوں کی زبانیں ایک دوسرے کےخلاف زہرآلوداورننگی تلوار بن جاتی ہیں۔اس کے بعداہل سنت کومقلدین اور غیر مقلدین میں تقسیم کیا گیا۔اب بھی کچھ لوگ دانستہ اورغیر دانستہ طور پراسلام دشمن طاقتوں کا آلہ کار بن کراس اختلاف کوہوادے رہے ہیں اورنفرت کےسوداگر بنے ہوئے ہیں۔حکومت کی سرپرستی میں وہ اپنے علاوہ دوسرے مسلمانوں کے خلاف زہراگل رہے ہیں۔ابھی چندمہینہ پہلے دہلی کےتال کٹورہ اسٹیڈیم میں مسلمانوں کے اسی گروہ کی طرف سے جس برہنگی کا مظاہرہ کیا گیا کہ الامان والحفیظ۔انہیں یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ

میں آج زدپے اگرہوں تو خوش گماں نہ ہو چراغ سب کےبجھیں گےہواکسی کی نہیں

مقلدین میں دوگروہ بریلویت اوردیوبندیت کے مابین اختلافات اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔یہ ایک دوسرے کودائرہ اسلام سے خارج کرنے سے کم پرراضی ہی نہیں ہیں بلکہ اسی کواپناسب سے بڑا کمال سمجھتے ہیں۔بعض لوگوں نے دیوبندی، بریلوی اختلافات کو بڑھاوادینے اورنفرت کی دیوارکومزید مستحکم کرنے کوہی اپنی روزی روٹی اورگذربسر کا سامان بنارکھاہے۔انہیں معلوم ہے کہ جس دن عوام ایک ہوجائیگی اوراختلافات کی دیواریں گرجائیں گی اس دن سےان علماءسوء کےگھروں میں فاقوں کی نوبت آجائے گی۔صرف پیٹ ہی کے خاطران کا یہ ساراڈھونگ ہے۔

گذشتہ دنوں مولانا توقیررضا کا دورہ دیوبندایک خوش آئندقدم تھا۔مسلمانان ہندکواس دورہ سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔دونوں مسلک کے سرکردہ رہنماکےمل بیٹھنے کو ملت اسلامیہ ہند پرامیدنگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔یقیناً یہ ایک سنہرا موقع تھا۔سارے گلے شکوے ختم ہوسکتے تھے۔لیکن وائے ناکامی! دشمنوں کے آلہ کارعلماءسوء نے اس دورہ کوبھی کامیاب نہ ہونے دیا بلکہ ایک طبقہ نے تو مولانا توقیررضاخان صاحب کودائرہ مسلک اعلیٰ حضرت سے خارج کرنے کاحکم اورفیصلہ صادرفرمادیا۔سچ تو یہ ہے کہ انہیں ان حالات کا ادراک نہیں جن سے اس وقت امت مسلمہ دوچار ہے۔نہ ان مسائل کی فکروپرواہ ہے جومسلمانوں کو درپیش ہیں۔یہ وہ پہلو ہیں جن پر علماء، مذہبی قائدین، سیاسی رہنما، دینی تنظیمیں اور جماعتیں مختلف مکاتب فکر کےارباب مدارس کو ٹھنڈے دل ودماغ سےغوروفکر کرنے کی ضرورت ہےورنہ ہماری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں۔

منفعت ایک ہےاس قوم کا نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی قران بھی اللہ بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جومسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہےکہیں اورکہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اس وقت صلیبی، صہیونی اوربھگوا طاقتیں پوری منصوبہ بندی کے ساتھ مسلمانوں کوآپس میں لڑانے اورانہیں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زورصرف کررہے ہیں۔مسلمانوں کے درمیان افتراق اوربکھراؤکئی جہتوں سے پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔سب سے زیادہ علاقائیت اوروطنیت کے بت کونمایاں کیا جارہاہے تاکہ پوری مسلم دنیا چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم رہے۔عربی وعجمی تعصّبات کی آگ بھڑکائی گئی۔عربوں کو چھوٹی چھوٹی علاقائی شناخت کے ساتھ ایک

دوسرے کے خلاف برسر پیکار کردیا گیا۔افغانستان،عراق،مصر،شام،لیبیا،یمن اور سعودی عرب کی موجودہ صورتحال اس کی سب بہترین مثال ہے۔

قارئین محترم! تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے عروج کا حقیقی دور وہی تھا جب وہ متحدہ اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند تھے۔ان کے زوال وادبار کا دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب سے یہ آپسی اختلاف، انتشار اور رسہ کشی کے شکار ہوئے۔امت مسلمہ کی پوری تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ اسے جب بھی اور جہاں بھی شکست ہوئی اس میں اس کی داخلی کمزوری ہی بنیادی سبب ہے۔مسلمانوں کے باہمی اختلاف،تعصب اور کشمکس نے امت کو بے وزن کرکے رکھ دیا ہے۔یہ امت کے انتشار ہی کا ثمرہ ہے کہ آج کشمیر وفلسطین خاکستر ہورہا ہے۔برما میں مسلمان آخری سانس گن رہے ہیں۔افغانستان،عراق،مصر، لبنان، لیبیا، شام ،ترکی،یمن میں قتل وخونریزی کا بازار گرم ہے۔ہرنئی صبح ایک دلسوز،خونچکاں تاریخ رقم ہوتی ہے۔اب تک لاکھوں لوگ تباہ ہوچکے ہیں۔بموں کی بارش کی وجہ سے لاکھوں لوگ بے گھر ہوچکے ہیں۔ضروریات زندگی کی قلت اور فقدان کی وجہ سے زندگی عذاب بن چکی ہے۔بچے، جوان، بوڑھے اور عورتیں قابل رحم صورتحال سے دوچار ہیں۔

اتحاد،اتفاق اور اجتماعیت امت مسلمہ کا سب سے قیمتی اثاثہ ہیں۔اسی میں قوت اور توانائی ہے۔اس وقت ہندوستانی مسلمان جس نازک دور سے گذر رہا ہے۔مسلم اداروں،تنظیموں اور جماعتوں پر جوشکست خوردگی کے آثار نمایاں ہیں اس کی بنیادی وجہ ان کا آپس میں لڑمرنا ہے۔انہیں متحد کرنے کی کوئی طاقت بظاہر نظر نہیں آرہی ہے۔مسلم سیاسی قائدین،دینی تنظیموں کے ذمہ داران اور شکم پرور علماء سوءاس وقت ملت فروشی کو اپنی کامیابی اور حقیقی زندگی سمجھ بیٹھے ہیں۔ایسے میں بس اللہ ہی ہمارا خیر کرے،وہی ہمارا حامی وناصر ہے۔

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا کام بنے

خلاصہ: اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کا مثبت اور مستحکم تصور پیش کیا اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد واتفاق پر ہمیشہ زور دیا ہے۔امت مسلمہ کے اندر اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کے جذبہ کو بڑھانے کیلئے اسلامی عبادات بالخصوص نماز کیلئے جماعت کی تاکید کی گئی اور جمعہ وعیدین میں مسلمانوں کے اجتماع کا خاص اہتمام کیا گیا،تاکہ ملت اسلامیہ کا باہمی اتحاد و اتفاق اور مرکزیت قائم رہے۔فریضہ حج کی ادائیگی بھی امت مسلمہ کے اتحاد واتفاق کا سب سے بڑا مظہر اور وحدت ومساوات کی سب سے بڑی نشانی وعلامت ہے۔واضح رہے کہ مسلمانوں میں اتحاد کا داعیہ اور جذبہ اسی وقت پروان چڑھ سکتا ہے جب وہ اپنے خودساختہ فقہی ،فروعی اور جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی وحدت واخوت کے رشتہ کو مضبوط ومستحکم کریں،لیکن اتحاد بین المسلمین کے بجائے"**اتفقوا علی ان لا یتفقوا**" پر امت مسلمہ متحد ومتفق ہوگئی ہے۔

اس وقت امت مسلمہ کا ہر فرد اتحاد واتفاق،قومی یکجہتی وہم آہنگی،اخوت وبھائی چارگی اور اجتماعیت کی بات کرتا ہے۔سوال یہ ہے کہ امت مسلمہ کے مابین اتحاد کیوں؟ کیسے؟اور کس طرح قائم ہو؟۔اتحاد واتفاق محض فلک شگاف نعروں،شعلہ بیان مقررین کی ولولہ انگیز تقریروں اور آئے دن وجود میں آنے والی ملی واتحادی تنظیموں کے ذریعے ہرگز ممکن نہیں ہے۔اتحاد بین المسلمین کی عمارت خودغرضی اور مفاد پرستی اور نفاق کی بنیاد پر قائم نہیں ہوسکتی۔اس کیلئے ذاتی منفعت اور وقتی مصلحت کو قربان کرنا پڑے گا۔اس لئے کہ وقتی اغراض ومقاصد کے پیش نظر اگر اتحاد قائم ہو بھی جاتا ہے تو وہ زیادہ سودمند اور دیرپا ثابت نہیں ہوگا۔اس کیلئے ایسی بنیاد تلاش کی جائے جس پر امت مسلمہ کا اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کی مضبوط ومستحکم عمارت تعمیر کی جاسکے اور یہ اتحاد اسلام کی سربلندی

اور مسلمانوں کی ملی وقومی اور مسلکی واختلافی مسائل کے حل کا ذریعہ بن سکے۔

امت مسلمہ کا وہی اتحاد مفید و پائیدار رہوگا جس کی بنیاد کتاب وسنت پر ہو۔عمل کے جذبہ اور صحیح نیت سے ہو۔شرک وبدعت پر مسلمانوں کے متحد ہونے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اسلام کو ایسے اتحاد کی ضرورت ہے۔یہ اضطراری، نمائشی اور نفاقی اتحاد ہے۔اس نوعیت کے اتحاد سے ممکن ہے کوئی عارضی فائدہ یا مقصد حاصل ہوجائے لیکن بعد میں امت کو اس سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

عصر حاضر میں نمائشی ونفاقی اتحاد کی وجہ سے پورا معاشرہ افتراق وانتشار کے شعلوں میں جھلس رہا ہے۔جذباتی یا وقتی ضرورتوں کی بنیاد پر اسٹیجی اتحاد امت مسلمہ کے مسائل ومصائب کا حل نہیں ہے۔بظاہر یہ ایک خوشنما اور عمدہ اتحادی تصور ہے جس پر عمل پیرا ہوکر مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد واتفاق پیدا کیا جاسکتا ہے۔لیکن یہ اتحاد ریت کا تودہ اور سراب ثابت ہوگا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان حقیقی ،ٹھوس، مضبوط، منظم اور مستحکم بنیادوں پر اتحاد واتفاق کی ایسی عمارت تعمیر کی جائے جسے کفر وطاغوت کے ایوانوں سے اٹھنے والے طوفان ٹس سے مس اور متزلزل نہ کرسکیں۔وہ فقط **"اعتصام بحبل الله اور تمسك بالكتاب والسنه"** ہے یعنی مسلمان آپسی اختلافات کو ختم کرکے قرآن واحادیث کو اپنا آئیڈیل اور مشعل راہ بناتے ہوئے اولا اپنے عقائد واعمال اور افکار ونظریات میں اتحاد پیدا کرے۔جب عقائد واعمال درست ہوجائیں گے تو فطری طور پر مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہوجائیگا۔حق تو یہ ہے کتاب وسنت پر عمل کرنے سے ہی مسلمانوں کے مابین صحیح معنوں میں اتحاد پیدا ہوسکتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسک بالکتاب والسنہ پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: **"تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله"**۔میں تم میں دو چیزیں قرآن وحدیث چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے گمراہ نہیں ہوگے۔کتاب وسنت سے ہٹ کر کوئی بھی اتحاد کامیاب وکارگر نہیں ہوسکتا۔

موضوع کی مناسبت سے ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جب مسلمانوں کے مابین اختلافات پیدا ہوئے تو قسطنطنیہ کے عیسائی حکمراں نے حضرت علی اور حضرت امیر معاویہؓ کے باہمی اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا کہ ایران کے شمالی صوبوں پر حملہ کردے۔اس وقت وہ صوبے حضرت علیؓ کی خلافت میں شامل تھے، عیسائی حکمراں نے سوچا کہ حضرت امیر معاویہؓ آپسی اختلافات کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دیں۔لیکن جب حضرت امیر معاویہؓ کو اس سازش کا علم ہوا تو انہوں نے باہمی انتشار واختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عیسائی حکمراں کو وہ کرارا جواب لکھا کہ عیسائی حکمراں کا پسینہ چھوٹ گیا۔خط کا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھے جانے اور حرز جان بنانے کے قابل ہے۔لیکن افسوس ہم کہاں تاریخ سے سبق حاصل کرتے ہیں۔یہ واقعہ اس بات پر شاہد ہے کہ ہمارے آپسی اختلافات سے غیر فائدہ اٹھالے یہ ممکن نہیں۔

متحد ہو تو بدل ڈالو نظام گلشن منتشر ہو تو مرو شور مچاتے کیوں ہو

آخر میں اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ الہ العالمین مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرما۔ملت اسلامیہ کو دور اندیش، نبض شناس اور ایماندار قائد نصیب فرما۔مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما۔ان کی حفاظت فرما۔

☆☆☆

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت

کا

ایک مختصر تحقیقی جائزہ

(قسط:۳) عبدالولی عبدالقوی/ داعی مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، الحائط، سعودی عرب

(٦) عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا نقشہ:

عائشہ رضی اللہ عنہا جس گھر میں رخصت ہوکر آئی تھیں وہ کوئی بلند اور عالیشان عمارت نہ تھی بلکہ بنونجار کے محلّہ میں مسجد نبوی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے متعدد حجرے تھے ان ہی میں سے ایک حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسکن تھا، حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی، دیواریں مٹی کی تھیں اور کھجور کی ٹہنیوں اور پتیوں سے مسقّف تھا، بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا تو ہاتھ چھت تک پہنچ جاتا، دروازہ میں ایک پٹ کا کواڑ تھا جو مسجد نبوی کے اندر کھلتا تھا گویا مسجد نبوی حجرہ کا صحن بن گئی تھی، حجرہ سے متصل ایک بالا خانہ تھا جسے مشربہ کہتے تھے۔(دیکھئے: قصر الامل لابن ابی الدنیا ص۱٦۲ لبدایۃ والنہایۃ لابن کثیر۴/۵۴۵)

مختلف روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ گھر کی کل کائنات ایک چارپائی، ایک چٹائی، چھال بھرا ایک بستر، ایک تکیہ، آٹا اور کھجور رکھنے کے ایک دو مٹکے، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کے لئے ایک پیالہ سے زیادہ کچھ نہیں، اور گھر میں چراغ تک نہ تھے۔

فقر وفاقہ کا حال یہ تھا کہ مہینوں گھر میں چولہے نہیں جلتے تھے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے عروہ سے ذکر کرتی ہیں، بھانجے! رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ حال تھا کہ دو دو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں کھانا پکانے کے لئے آگ نہیں جلتی تھی، میں نے پوچھا: خالہ! پھر آپ لوگ زندہ کیسے رہتی تھیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صرف کھجور اور پانی پر، البتہ رسول اللہ ﷺ کے چند انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس دودھ دینے والی بکریاں تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کے یہاں بھی ان کا دودھ تحفہ کے طور پر پہنچا جایا کرتے تھے، آپ ﷺ اسے ہمیں بھی پلا دیا کرتے تھے۔(بخاری: ۲۵٦۷، مسلم۲۹۷۲)

نیز عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی تین دن متصل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہوکر کھانا کھایا ہو۔ (بخاری: ۵۴۵۴ ٦، مسلم۲۹۷۰)

یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں چند صاع جو کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی۔(بخاری: ۴۴٦۷)

لیکن اس مشقت کے باوجود شکر وصبر کے سوا کبھی حرف شکایت زبان پر نہ آتے تھے۔

(۷) شوہر کی فرماں برداری اور خدمت گذاری:

بیوی کی سب سے بڑی سعادت شوہر کی اطاعت اور اس کی فرماں برداری ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے نو برس کی طویل رفاقت میں کبھی بھی آپ کے کسی حکم کی مخالفت نہ کی، بلکہ اشاروں سے بھی کوئی بات ناگوار سمجھی تو اسے فوراترک کردی۔

گھر میں گرچہ خادمہ موجود تھی، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں، آپ کی راحت کا پورا خیال رکھتی تھیں، آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لاکر رکھتی تھیں، اونٹوں کے لیے قلادہ خود بٹتی تھیں، آپ ﷺ کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھی کرتی تھیں، آپ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں، سوتے وقت مسواک اور پانی آپ ﷺ کے سرہانے رکھتی تھیں، مسواک کو صفائی کی غرض سے دھودیا کرتی تھیں، گھر کی نظافت کا اہتمام خود کرتی تھیں۔ (بخاری ۵۹۲۵، ۵۹۲۸ مسلم ۲۹۷، ۱۱۸۹، ابوداؤد ۵۲)

(۸) عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبادت:

عائشہ رضی اللہ عنہا ایک عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں، بکثرت نمازیں پڑھتیں، روزے رکھتیں اور مختلف النوع عبادات میں اپنے اوقات بسر کرتیں۔

قاسم بن عبدالرحمٰن اپنی پھوپھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جب میں امہات المؤمنین کے گھروں کی طرف جاتا تو سب سے پہلے اپنی پھوپھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملتا اور انھیں سلام کرتا، ایک روز ملنے کے لئے گیا تو انھیں نماز پڑھتے ہوئے پایا، وہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کررہی تھیں اور رورہی تھیں ﴿**فمن الله علينا و وقانا عذاب السموم**﴾ (طور: ۲۷) (پس اللہ تعالی نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز وتند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا) میں نے کھڑے ہوکر انتظار کیا لیکن انتظار سے تھک گیا اور اپنی بعض ضرورت کے لئے بازار چلا گیا لوٹا تو دیکھا کہ وہ ابھی بھی نماز پڑھ رہی ہیں اور رورہی ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ۲/ ۵۵، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ۲/ ۳۱، فتح الباری لابن رجب ۲/ ۲۶۵)

عبداللہ بن ابوموسی بیان کرتے ہیں کہ مجھے مدرک یا ابن مدرک نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ مسائل میں استفسار کے لئے بھیجا جب میں وہاں پہنچا تو وہ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا: میں انتظار کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوجائیں (لوگوں نے کہا: تمھیں لمبا انتظار کرنا پڑے گا اس لئے کہ وہ لمبا رکوع وسجدہ کرتی ہیں) (مسند احمد ۴۱/ ۴۲۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا نماز تراویح کا غایت درجہ اہتمام کرتی تھیں جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو اپنے غلام ذکوان کو حکم دیتیں اور وہ انھیں قرآن کریم دیکھ کر نماز تراویح پڑھاتے۔ (رواہ البخاری معلقا ۶۹۲، السنن الکبری للبیہقی ۳/ ۱۲۶، امام نووی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: الخلاصۃ ۱/ ۵۵۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا بکثرت روزے رکھتی تھیں، عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام ممنوعہ کے علاوہ پورے سال روزہ رکھتی تھیں یہاں تک کہ سخت گرمی اور پیاس کی شدت کے باوجود بھی روزہ نہیں چھوڑتی تھیں، ان کے بھائی عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ایک بار عرفہ کے دن وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو دیکھا کہ انھیں پانی

کے چھینٹے مارے جا رہے ہیں، تو عبدالرحمٰن نے بہن سے کہا: روزہ توڑ دیجئے، عائشہ رضی اللہ نے کہا: میں روزہ کیسے توڑ دوں جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۸/ ۶۸، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۸۷، مسند احمد ۶/ ۱۲۹، امام ذہبی نے کہا: اس کو ابن سعد نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں)

(۹) عائشہ رضی اللہ عنہا اور جود وسخا:

عائشہ رضی اللہ عنہا اس قدر سخی اور فیاض تھیں کہ جو بھی مال ان کے پاس آتا اسے فقراء ومساکین میں تقسیم کردیتیں حتی کہ اپنے پاس کچھ بھی نہ چھوڑتیں۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بار ایک لاکھ درہم بھیجا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت پورا کا پورا تقسیم کردیا اور اپنے لئے کچھ بھی نہ بچایا، لونڈی بریرہ نے کہا: آپ روزہ سے تھیں اگر ایک درہم کا گوشت منگالی ہوتیں تو کتنا اچھا تھا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر تم نے یاد دلایا ہوتا تو گوشت منگالی ہوتی۔

نیز عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک طرف عائشہ رضی اللہ عنہا کی قمیص میں پیوند کاری ہو رہی تھی اور دوسری طرف وہ ستر ہزار درہم لے کر بیٹھی ہوئیں اللہ کی راہ میں فقراء ومساکین میں تقسیم کررہی تھیں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۸/ ۶۶-۶۷، حلیۃ الاولیاء ۲/ ۴۷، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۸۷)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک گھر امیر معاویہ کو ایک لاکھ اسی ہزار میں فروخت کیا، جب مال ان کے پاس لایا گیا تو اپنی جگہ سے نہ اٹھیں یہاں تک کہ سارا مال غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کردیا۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۸/ ۱۶۵)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار ایک نئی قمیص پہنی جس پر ان کی نگاہ بار بار جا رہی تھی، ان کے والد ابوبکر نے کہا: جب بندہ دنیا کی کسی زینت پر غرور کا شکار ہو جاتا ہے تو اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کپڑے کو نکالا اور راہ الٰہی میں صدقہ کردیا۔ (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۳۷)

یہ چند مثالیں تھیں، ورنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی جود وسخا کی انمول مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما سے زیادہ سخی اور فیاض خاتون نہ دیکھا، دونوں کی سخاوت دو طرح کی تھی، عائشہ رضی اللہ مال اکٹھا کرتیں جب زیادہ ہو جاتا تو سب تقسیم کردیتیں اور اسماء رضی اللہ عنہا تو ان کے پاس جو بھی آتا فوراً تقسیم کردیتیں کل کے لئے کچھ باقی نہ رکھتیں۔ (الادب المفرد للبخاری حدیث ۲۸۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کی راہ میں مال کو لٹانے کے ساتھ رضائے الٰہی کے لئے غلاموں اور لونڈیوں کو اپنے پیسوں سے خرید کر آزاد کرتی تھیں، چنانچہ انھوں نے اپنی حیات مبارکہ میں ۶۷ غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ (سبل السلام للصنعانی ۴/ ۱۳۹)

☆☆☆ (جاری)

بیٹی کی رخصتی

ابوطلحہ محمد ابراہیم سلفی

بیٹیاں گھر کی کلی ہوتی ہیں، جس طرح باغیچہ بغیر کلیوں کے ویرانہ ہوتا ہے اسی طرح گھر بغیر بیٹیوں کے کھنڈر معلوم ہوتا ہے، بیٹیاں ماں کی آنکھوں کا تارا اور باپ کا جگر گوشہ ہوتی ہیں جس طرح مالی کی آنکھیں پھولوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں، اسی طرح والدین کی آنکھیں بیٹیوں کے دیدار سے بھر آتی ہیں، بیٹیاں گھر وآنگن کی خوشنما تتلیاں ہیں، جس طرح باغوں میں ٹہلتے بچے ان سے دل بہلاتے ہیں اسی طرح افراد خانہ، بیٹیوں کی اچھلتی کودتی اداؤں سے دلوں کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں، یہی بیٹیاں ہیں جن سے دنیا کی دل کشی میں اضافہ ہوتا ہے، ماں کی ٹھنڈی چھاؤں ملتی ہے، بہن کا پیار ملتا ہے اور خاتون خانہ سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملتا ہے، یہی بیٹیاں ہیں جن کی بدولت افزائش نسل کا سلسلہ جاری ہے اور لوگوں کا وجود قایم ہے۔

بیٹیوں سے محبت کرنے والا باپ کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کی آنکھوں کا تارا کسی اور کی آنگن میں چمکے اور نہ ہی راج دلار سے پالنے والی ماں کو برداشت ہے کہ وہ کسی اور گھر کی ہو کر رہے، لیکن نظام قدرت اور قانون فطرت کے آگے سبھی والدین کو اپنی جبینیں خم کرنا پڑتی ہیں اور ایک دن ان کی بیٹیاں انھیں نم آنکھوں میں چھوڑ کر سسرال چلی جاتی ہیں جسے عام اصطلاح میں رخصتی کہتے ہیں۔

رخصتی کی صداجوں ہی فضا میں گونجتی ہے ماں کی ممتا کو جوش آجاتا ہے، باپ کا جگر شق ہوجاتا ہے، بھائی کی محبت وشفقت کو ٹھیس پہنچتی ہے، بہنوں کے لبوں کی مسکراہٹیں چھن جاتی ہیں اور آنکھیں آنسوؤں کا امنڈتا سیلاب بہا دیتی ہیں، سہیلیوں کی محفلیں اداسی کی چادر اوڑھ کر مرجھا جاتی ہیں، آس پڑوس کی بچیوں کا دل ڈوبا جاتا ہے اور نہ جانے کس کس کے دل میں کیا کیا گزرتا ہے، کسی کی آنکھیں گواہی دیتی ہیں، کسی کا چہرہ بتادیتا ہے، کسی کی نقل وحرکت سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس پر غموں کا کتنا بڑا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔

یوں تو ہر ماں اپنی بیٹی کو نم آنکھوں اور بھیگی چشم سے رخصت کرتی ہیں، لیکن بامراد ہیں وہ مائیں جن کے ہونٹ دعاؤں سے لبریز ہوتے ہیں، اور جن کی زبانوں سے پند ونصائح کے کلمات کے موتیاں جھڑتے ہیں اور رخصتی کی غلط رسم ورواج کی مسموم ہوائیں ان کے درودیوار کو چھو کر بھی نہیں گزرتیں، بیٹی کی تابناک زندگی کی فکر درحقیقت ان ہی ماؤں کو ہوتی ہے جن کے دلوں پر صبر کا پتھر اور زبانوں پر وعظ ونصیحت کے لعل وگہر ہوتے ہیں اور کامیاب ہیں ایسی بیٹیاں جو اپنی ماؤں کی زبانوں سے نکلے ہوئے موتیوں کو دامن پسیر کر سمیٹ لیتی ہیں اور زندگی کے نازک موڑوں پر گاہے بہ گاہے بوقت ضرورت استعمال کرتی رہتی ہیں، اور خوشخبری ہو اسلام کی ایسی بیٹیوں کے لیے جو ماؤں کی زبان سے نکلنے والے موتیوں سے گلے کا ہار بناتی ہیں، اور اپنی زندگی کی زینت کو چار چاند لگاتی ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ بیٹیاں جو اپنی ماؤں کی باتوں کو ماتھے کا جھومر بنالیتی ہیں اور باادب بانصیب ہیں ایسی لڑکیاں جو رخصتی کے وقت شوہر کی مطیع وفرماں بردار بن کر زندگی جینے کا عہد کرتی ہیں اور ہر دکھ، درد خوشی وغم میں اپنے ہم سفر کا ساتھ دینے کا عزم کر گھر سے رخصت ہوتی ہیں۔

آیئے ہم آپ کو ایک ایسی دانشور اور معاملہ فہم ماں سے ملاتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ اپنی بیٹی کو بوقت رخصتی نصیحت آمیز

کلمات سے نوازتی ہیں بلکہ بعداز نکاح ورخصتی جن جن چیزوں سے ایک نئی نویلی دلہن کو گزرنا پڑتا ہے، ان سب کی طرف بڑے لطیف انداز میں اشارہ بھی کرتی جاتی ہیں، ساتھ ہی پوری ازدواجی زندگی کا خلاصہ مختصراً پیش کردیتی ہیں، چنانچہ وہ اپنی نصیحت کا آغاز یوں کرتی ہیں:

’’اے میری بیٹی! اگر وصیت (نصیحت) کو اس لیے ترک کردینا روا ہوتا کہ جس کو نصیحت کی جارہی ہے وہ خود عقل مند ہے تو میں تجھے ہرگز وصیت نہ کرتی، لیکن یادرکھ کہ وصیت غافل کے لیے یاددہانی اور عاقل کے لیے ایک ضرورت ہے۔

اے میری بیٹی! اگر عورت اپنے ماں باپ کے جاہ وحشم اور دولت وثروت اور ماں باپ کی بیٹی کے لیے محبت کی بنیاد پر اپنے شوہر سے بے نیاز ہوسکتی تو تو اس لحاظ سے دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ بے نیاز قرار دی جاسکتی ہے (کیوں کہ تیرا باپ بہت مالدار آدمی ہے) لیکن یادرکھ کہ عورتیں مردوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور مرد عورتوں کے لیے۔

اے میری بیٹی! تو آج ایک ایسی فضا سے جدا ہورہی ہے جس میں تو نے جنم پایا تھا، ایک ایسے آشیانے سے نکل رہی ہے جس میں تو نے وجود پایا اور جس کا تو حصہ رہی ہے، تو ایک دوسرے آشیانے کی طرف پرواز کررہی ہے جس سے تو پہلے سے واقف نہیں ہے، ایک ایسے اجنبی رفیق اور ساتھی کی طرف جارہی ہے جس سے تو مانوس ومالوف نہیں ہے، وہ تجھ پر نکاح کے ذریعہ قبضہ وملکیت پاکر تیرا نگہبان بن گیا ہے، پس ایسی حالت میں تیرے لیے مناسب رویہ یہ ہے کہ اس کی کنیز بن کررہ، تو نے اگر ایسا کیا تو وہ تیرا غلام ثابت ہوگا۔

میری لخت جگر! اپنے اندر یہ خصلتیں پیدا کرلینا یہ تیرے لیے ایک بے بہا خزانہ اور نصیحت ہیں۔

اپنے شوہر کی رفاقت میں قناعت کو اپنا شعار بنائے رکھنا اور اس کی بات سننے اور ماننے میں کوتاہی نہ کرنا، قناعت دل کی راحت ہے اور شوہر کے سامنے سمع وطاعت کے رویے سے رب کی رضا حاصل ہوتی ہے، قناعت سے رفاقت میں دوام آتا ہے اور شوہر کی بات سننے اور ماننے سے حسن معاشرت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

اپنے شوہر کی مزاج شناسی بن کر دیکھنا کہ اس کی ناک کے لیے کیا چیز ناگوار ہے اور اس کی آنکھوں کو کیا چیز بھلی نہیں لگتی۔ یاد رکھ! تیرے سراپا میں اسے کوئی قبیح پہلو دیکھنے کو نہ ملے اور تیرے وجود سے اسے خوشبو کے سوا کچھ نہ ملے، حسن کو دوبالا کرنے کے لیے سب سے اچھی چیز سرمہ ہے اور پانی ناگوار بو کو رفع کرنے میں قیمتی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ چیز ہے۔

اپنے شوہر کے کھانے کے اوقات کی سخت پابندی کرنا اور اس کی نیند کے اوقات میں سکون اور خاموشی کا اہتمام کرنا، بھوک کی حرارت شعلے میں بدل جاتی ہے اور نیند میں خلل غضب کی آگ بھڑکا دیتا ہے۔

اس کے ذاتی وقار اور اس کے عیال کا خیال رکھنا، اور اس کے مال کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرنا، مال کی حفاظت ہوش مندی اور حسن تقدیر ہے اور حشم ووقار اور عیال کی نگہبانی تدبیر اور انتظام کی خوبی ہے۔

اپنے شوہر کے کسی راز کو کبھی فاش نہ کرنا اور اس کے ہر حکم کو بجالانے پر ہمیشہ مستعد رہنا، اگر تو نے اس کے راز کی حفاظت نہ کی تو اس کی بے اعتمادی سے بچ نہ سکوگی اور اگر اس کی حکم عدولی کی تو اس کے سینے کے اندر تیرے لیے غیظ وغضب کا کھولاؤ پیدا ہوجائے گا۔

بیٹی! یادرکھنا کہ شوہر کی اداسی اور غمگینی کے لحات میں تم خوشی کا اظہار کرنے سے بچنا اور اس کی خوشیوں کے لمحوں میں منہ

بسورنے اور روٹھنے کی حرکت نہ کرنا، پہلی حرکت غلطی اور بے پرواہی ہے اور دوسری حرکت دل کی ٹھیس کا موجب ہوتی ہے۔

بیٹی! تو اپنے شوہر کی تعظیم میں کسر نہ چھوڑنا وہ تیری تکریم میں کمی نہیں کرے گا، یاد رکھ کہ تو جس شد ومد کے ساتھ اس کی رائے اور موقف کی تائید کرے گی اسی قدر اس کے ساتھ تیری رفاقت میں وسعت آئے گی۔

بیٹی! یہ کبھی نہ بھولنا کہ تو اپنے شوہر سے جو کچھ بھی چاہتی ہے وہ تجھے کبھی حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تو اپنی مرضی پر اس کی مرضی کو فوقیت نہ دے، تو کسی چیز کو پسند کرے یا ناپسند اپنی خواہشات اور آرزو کو اس کی خواہشات اور آرزو کے تابع رکھنا، اللہ تیرے لیے بھلائی کا فیصلہ کرے گا۔ (ماخوذ: خاندانی نظام، اس نشیمن کو بچانے کی فکر کیجئے، از منیر احمد خلیلی)

قارئین کرام! واقعی اس ماں کی ان نصیحتوں کو پڑھتے ہوئے پورا وجود وجد میں مبتلا ہو جاتا ہے، اگر آپ کسی بیٹی کی ماں ہیں تو ان نصیحتوں کو بار بار پڑھئے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں تاکہ اپنی بیٹی کی زندگی کو خوشگوار بنانے میں اہم رول ادا کرسکیں، اگر آپ کسی بچی کے والد ہیں تو ان نصیحت آموز باتوں کو اپنی شریک حیات کے کانوں میں ڈالیں اور انھیں بتکرار پڑھ کر سنائیں تاکہ وہ آپ کی بچی کی حیات میں تابناکیوں کا غلغلہ پیدا کرسکیں، اور آپ کی بچی ازدواجی زندگی کا کامیاب آغاز کرسکے، اگر آپ کسی بہن کے بھائی ہیں تو اپنی بہن تک ان نصیحتوں کو پہنچانے کے وسائل تلاش کریں، یقیناً یہ قیمتی کلمات اس کی زندگی کو خوشیوں اور مسرتوں سے بھر دیں گے، اگر آپ خود کسی شریف النفس کی بیٹی ہیں، آپ کے ہاتھ پیلے ہو چکے ہیں اور یہ تحریر آپ کی نگاہ سے گزر رہی ہے تو اپنی زندگی میں برت کر دیکھیں، یقیناً آپ زندگی کے حقیقی لطف سے بہرہ ور ہوں گی، اور آپ کی ازدواجی زندگی میں جن مصائب وآلام نے گھیرا ڈال رکھی ہیں وہ ختم ہوتی محسوس ہوں گی، اور اگر آپ ابھی ان بہنوں کی صف میں ہیں جن کے ہاتھ عنقریب پیلے ہونے کو ہیں تو میرے قلم کی نوک کو اپنی ماں کی زبان سمجھئے اور اس سے نکلنے والی سیاہی کو اپنی والدہ کی نصیحت! اور اس کو اپنی زندگی کا لاینفک جزء بنالیں، خود بھی برت کر دیکھیں اور اپنی سہیلیوں کو بھی بتائیں تاکہ آپ سب کی زندگی میں خوشیوں کی بہار آئے، دودھوں نہائیں پوتوں پھلیں۔

بعض معاشرے میں بیٹیوں کو رخصت کرنے کی انوکھی رسم اور شریعت سے متصادم رواج جڑ پکڑتا جا رہا ہے، کہیں پر رخصتی کے وقت دلہن کے سر پر قرآن کا نسخہ اٹھائے رکھا جاتا ہے تاکہ قرآن کے سایہ تلے بیٹی وداع ہو، بعض علاقوں میں دلہن کو ایک قسم کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے تاکہ یہ انگوٹھی اس کی زندگی میں آنے والی پریشانیوں کو دور کرنے کا سبب بن سکے، کہیں پر بہشتی زیور دی جاتی ہے تاکہ یہ کتاب اس کی بیٹی کی زندگی کی کتاب کے ہر ہر ورق کو خوشبوؤں سے معطر کردے، کسی علاقہ میں ٹی وی دینے کا چلن عام ہے تاکہ یہ نئی دلہن اپنی نئی زندگی کی شروعات نئی رنگینیوں کے ساتھ پورے آب وتاب کے ساتھ کرسکے۔ الغرض غلط رسم ورواج کی ایک طویل فہرست اور لامتناہی سلسلہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم معاشرے کو زندگی کا صحیح آئینہ دکھائیں تاکہ بکھری ہوئی زندگی کے بے ترتیب بال سنور جائیں اور متلاشیان حق کو اپنا کھویا ہوا وقار واپس مل جائے اور اپنی بیٹیوں کو رخصت کرتے وقت اسلامی تعلیمات کو اور امہات المومنین کی رخصتی کے لمحات کو مدنظر رکھیں، ان شاء اللہ ہماری بچیوں کی ازدواجی زندگی پرمسرت اور لائق صد افتخار ثابت ہوگی۔

☆☆☆

اخبار جامعہ

جشن یوم آزادی:

ہر سال کی طرح امسال بھی جامعہ سلفیہ بنارس میں ۱۵/اگست ۲۰۱۶ء بروز سوموار بڑے جوش وخروش اور تزک واحتشام کے ساتھ جشن یوم آزادی منایا گیا۔جشن آزادی کے پروگرام کی صدارت محترم ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے فرمائی اور دانش جمال اشتیاق احمد (فضیلت سال ثانی) نے نظامت کی ذمہ داری ادا کی۔

پروگرام کا آغاز طالب رنسیم احمد عبدالاحد (کلیۃ الحدیث) کی تلاوت سے ہوا۔پھر عبدالحکیم رضاء الدین (عالم سال ثانی) نے نعت نبی اور منیر الاسلام نے اپنے رفقاء کے ساتھ بہترین آواز وانداز میں ''ترانۂ ہند'' پیش کیا۔اس کے بعد دو علمی اور جامع مقالے پڑھے گئے۔پہلا مقالہ ضمیر احمد عبدالحمید (فضیلت سال ثانی) نے ''تحریک آزادیٔ ہند اور غداران وطن'' کے عنوان پر اور دوسرا مقالہ ''آزادیٔ ہند میں جماعت اہل حدیث کا صحافتی کردار'' کے عنوان پر خبیب حسن فضل حق (فضیلت سال ثانی) نے پیش کیا۔دونوں ہی مقالوں میں عنوان کی مدلل وضاحت کی گئی۔اس کے بعد ''ایسٹ انڈیا کمپنی اور ہندوستان پر سامراجی تسلط'' کے عنوان پر ایک دلچسپ ڈرامہ پیش کیا گیا،جس میں طلبۂ جامعہ نے تاریخی حقائق کی روشنی میں ہندوستان کے خلاف انگریزوں کے مکروفریب ،غداری ودسیسہ کاری اور ہندوستانیوں پر ان کے ظلم وستم نیز ملک کی آزادی کے لیے ہندو ومسلم،سکھ عیسائی کی اجتماعیت اور اتفاق واتحاد کو واضح کیا۔

محترم ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش کیا۔صدارتی خطاب میں ناظم اعلی حفظہ اللہ نے سب سے پہلے تمام حاضرین کو جشن یوم آزادی کی مبارک بادی پیش کی پھر خصوصی طور پر دستور ہند کی جامعیت اور اس کی اہمیت وضرورت کو واضح کرتے ہوئے سامعین کو اس کو پڑھنے اور سمجھنے کی بڑی ترغیب دی اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ جامعہ میں دستور ہند کی باضابطہ پڑھائی ہو تاکہ طلبہ کو اس کے تمام دفعات سے روشناس کرایا جاسکے اور بتایا کہ حالات کے پیش نظر یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں ''دورہ شرعیہ'' کا انعقاد:

جامعہ سلفیہ بنارس میں جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کویت کی جانب سے ۱۹/اگست ۲۰۱۶ء بروز جمعہ تا ۲۳/اگست ۲۰۱۶ء بروز منگل پانچ روزہ ''دورہ شرعیہ'' منعقد ہوا،جس میں جامعہ کے دعاۃ اور فضیلت سال ثالث وفضیلت سال ثانی نیز کلیۃ الحدیث وکلیۃ الشریعۃ اور کلیۃ الدعوۃ کے تمام طلبہ نے شرکت کی۔

جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کی جانب سے جامعہ سلفیہ بنارس میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا علمی پروگرام تھا۔اس کی کامیابی

کے لیے محترم ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے اساتذۂ کرام کے ساتھ کئی نشستوں پر مشتمل مختلف میٹنگیں کیں اور باہم مشورہ سے اساتذہ کرام کے درمیان ذمہ داریاں تقسیم کیں۔

دورہ شرعیہ کا انعقاد جامعہ کے پرشکوہ ''لیکچر ہال'' میں عمل میں آیا۔اس کا افتتاحی پروگرام ۱۹/اگست ۲۰۱۶ء بروز جمعہ بعد نماز عصر ہوا۔افتتاحی پروگرام کا آغاز فضیلۃ الشیخ عبیداللہ طیب مکی حفظہ اللہ کی نظامت میں طالب/عبدالواحد عبدالباسط (عالم سال اول) کی تلاوت سے ہوا۔پھر ناظم پروگرام شیخ مکی نے کویت سے تشریف لائے ہوئے چاروں مہمانان گرامی کا مختصر تعارف کرایا۔اس کے بعد محترم ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے ترحیبی کلمات پیش کیا۔اوراس افتتاحی پروگرام کے اخیر میں چاروں مہمانان گرامی نے بالترتیب أ.د.ولید العلی، د.فرحان العبید، د.خالد شجاع العتیبی اور شیخ فائز متعب الدیحانی حفظہم اللہ نے جامعہ سلفیہ بنارس کی زیارت پر اللہ کا شکر ادا کیا، اور جامعہ سلفیہ بنارس کو برصغیر ہند کا مثالی سلفی ادارہ قرار دیتے ہوئے دورہ شرعیہ کی اہمیت وضرورت، افادیت ومعنویت اوراس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔

افتتاحی پروگرام کے بعد ہی متصلا محاضرات کا سلسلہ شروع کیا، اس کے بعد دوسرے دن سے روزانہ چھ گھنٹیاں درج ذیل ترتیب سے ہوتی تھیں:

پہلی گھنٹی:	(۰۷:۳۰ تا ۰۹:۰۰)	أ.د.ولید العلی حفظہ اللہ	عقیدہ (قطف الجنی الدانی)
وقفہ برائے ناشتہ:	(۰۹:۰۰ تا ۰۹:۳۰)		
دوسری گھنٹی:	(۰۹:۳۰ تا ۱۰:۳۰)	د.خالد شجاع العتیبی حفظہ اللہ	منار السبیل (کتاب الحج)
تیسری گھنٹی:	(۱۰:۳۰ تا ۱۱:۳۰)	د.فرحان العبید حفظہ اللہ	منظومۃ القواعد الفقہیۃ
چوتھی گھنٹی:	(۱۱:۳۰ تا ۱۲:۳۰)	شیخ فائز متعب الدیحانی حفظہ اللہ	دعوت وارشاد کے آداب
پانچویں گھنٹی:	(۰۴:۳۰ تا ۰۵:۳۰)	أ.د.ولید العلی حفظہ اللہ	عقیدہ (قطف الجنی الدانی)
چھٹی گھنٹی:	(۰۵:۳۰ تا ۰۶:۳۰)	د.فرحان العبید حفظہ اللہ	منظومۃ القواعد الفقہیۃ

دورہ شرعیہ کا امتحان:

مذکورہ دورہ شرعیہ میں شرکاء کے دو امتحان ہوئے:

(۱) تقریری امتحان: یہ امتحان اختیاری تھا جو ۲۲/اگست ۲۰۱۶ء بروز سوموار بعد نماز عشاء جامعہ کی مسجد میں ہوا۔اس امتحان میں ۵۰ سے زائد طلبہ نے شرکت کی، جس میں مقدمہ ابن ابی زید قیروانی کے متن کے حفظ کا امتحان ہوا۔اعلی نمبرات سے کامیاب ہونے والے بالترتیب درج ذیل چار طلبہ کو پانچ پانچ ہزار روپیوں سے نوازا گیا۔

(۱) یاسر اسعد اسعد اعظمی (فضیلت سال ثالث)

(۲) ضمیر احمد عبدالحمید (فضیلت سال ثانی)

(۳) محمد جمال الدین نورالاسلام (فضیلت سال ثانی)

(۴) مشکور عالم محمد نورالاسلام (کلیۃ الحدیث)

(۲) تحریری امتحان: اس امتحان میں دورہ شرعیہ کے تمام شرکاء کی شرکت لازمی تھی جس میں تمام مادوں (عقیدہ، فقہ، قواعد فقہیہ، دعوۃ) کا تحریری امتحان ہوا۔ یہ امتحان ۲۳؍اگست ۲۰۱۶ء بروز منگل، بعد نماز ظہر مسجد جامعہ میں ہوا۔ اس امتحان میں بھی سب سے زیادہ نمبرات حاصل کرنے والے بالترتیب درج ذیل پانچ افراد کو پانچ پانچ ہزار روپئے انعام دیئے گئے۔

(۱) کوثر اعظم عبدالستار (فضیلت سال ثانی)

(۲) عطاء اللہ عبداللہ (فضیلت سال ثالث)

(۳) یاسر اسعد اسعد اعظمی (فضیلت سال ثالث)

(۴) ابوطلحہ محمد ابراہیم سلفی (دارالافتاء)

(۵) عبدالالہ رضوان محمد رضوان (فضیلت سال ثالث)

دورہ شرعیہ کا اختتامی پروگرام:

۲۳؍اگست ۲۰۱۶ء بروز منگل، بعد نماز مغرب لیکچر ہال میں اختتامی پروگرام ہوا، جو فضیلۃ الشیخ عبیداللہ طیب مکی حفظہ اللہ کی نظامت میں طالب ضمیر احمد عبدالحمید (فضیلت سال ثانی) کی تلاوت سے شروع ہوا۔ پھر فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم صاحب سلفی حفظہ اللہ (جو کہ علیل تھے) کی نیابت میں مولانا عبیداللہ طیب مکی حفظہ اللہ نے ''کلمۃ المشارکین'' پیش کیا۔ اس کے بعد محترم ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے ''کلمۃ الشکر'' پیش کیا۔ اس کے بعد ناظم اعلی کے ہاتھوں مہمانان گرامی کے درمیان مومنٹو کی تقسیم عمل میں آئی۔ اوراخیر میں مہمانان گرامی نے دورہ شرعیہ کے حسن اختتام اوراس کی کامیابی پر ذمہ داران جامعہ، اساتذۂ جامعہ اور تمام مشارکین کا خصوصا محترم ناظم اعلی کا شکریہ ادا کیا اور جامعہ سلفیہ بنارس کی تعلیمی وتربیتی، دعوتی واصلاحی اور تصنیفی خدمات کو سراہا، نیز جامعہ کے حسن انتظام کا ذکر خیر کیا۔ اس کے بعد دورہ شرعیہ کے مدیر فضیلۃ الشیخ فائز متعب الدیحانی حفظہ اللہ نے طلبہ کے درمیان انعامات تقسیم کیا۔

جامعہ سلفیہ بنارس میں منعقد دورہ شرعیہ کے اس پروگرام کا غیر معمولی فائدہ ہوا، جس کے بہت ہی اچھے اثرات اور مثبت نتائج سامنے آئے۔ تمام شرکاء نے اس سے خوب کسب فیض کیا۔ سبھوں نے متفقہ طور پر کہا کہ ہر سال اس طرح کے دورے منعقد ہوتے تو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا۔ اس دورہ کی کامیابی میں محترم ناظم اعلی حفظہ اللہ، شیخ عبدالکبیر مدنی، شیخ محمد یونس مدنی، شیخ محمد مستقیم سلفی، شیخ محمد اسلم مبارک پوری، حافظ عبدالرحیم سلفی، راقم الحروف (ابوصالح دل محمد سلفی) کا اہم کردار رہا۔

مہمان مشائخ کرام کے خطبات جمعہ و دروس:

عوام الناس کے استفادہ کی غرض سے دورہ شرعیہ میں محاضرہ پیش کرنے کے لیے جمعیت احیاء التراث الاسلامی کویت کی جانب سے تشریف لانے والے مشائخ کرام کے خطبات جمعہ و دروس اور ان کے ترجمہ کا شہر بنارس کی مختلف مساجد میں اہتمام کیا گیا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

خطبۂ جمعہ: (۲۰۱۶/۸/۱۹ء۔ جمعہ)

(۱) د. خالد شجاع العتیبی	مسجد جامعہ	
(۲) أ.د. ولید العلی	مسجد طیب شاہ	مترجم: شیخ محمد اسلم مبارک پوری
(۳) شیخ فائز متعب الدیحانی	مسجد نیمیاں	مترجم: شیخ عبد المتین مدنی
(۴) د. فرحان العبید	مسجد حافظ ظہور	مترجم: شیخ اسعد اعظمی

دروس: (۲۰۱۶/۸/۲۰ء۔ سنیچر، بعد نماز مغرب)

(۱) د. فرحان العبید	مسجد اشفاق نگر	مترجم: ابوصالح دل محمد سلفی
(۲) شیخ فائز متعب الدیحانی	مسجد طیب شاہ	مترجم: شیخ عبد المتین مدنی
(۳) أ.د. ولید العلی	مسجد حافظ ظہور	مترجم: شیخ سیف الرحمٰن مدنی
(۴) د. خالد شجاع العتیبی	مسجد جامعہ	
(۵) شیخ فائز متعب الدیحانی	مسجد جامعہ (بعد نماز عشاء)	

دروس: (۲۰۱۶/۸/۲۱ء۔ اتوار، بعد نماز مغرب)

(۱) شیخ فائز متعب الدیحانی	کھجور والی مسجد	مترجم: حافظ عبد الرحیم سلفی
(۲) د. فرحان العبید	مسجد چیت گنج	مترجم: ابوصالح دل محمد سلفی
(۳) أ.د. ولید العلی	مسجد باگڑ بلی	مترجم: شیخ عبد الرحیم ریاضی
(۴) د. خالد شجاع العتیبی	مسجد جامعہ	

مشایخ کرام کے تاثرات:

دورۂ شرعیہ میں محاضرہ پیش کرنے کے لیے کویت سے جو مشایخ تشریف لائے تھے، انھوں نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں کچھ تاثرات قلمبند کیا ہے، انہیں ذیل میں مع ترجمہ ہدیۂ قارئین کیے جارہے ہیں:

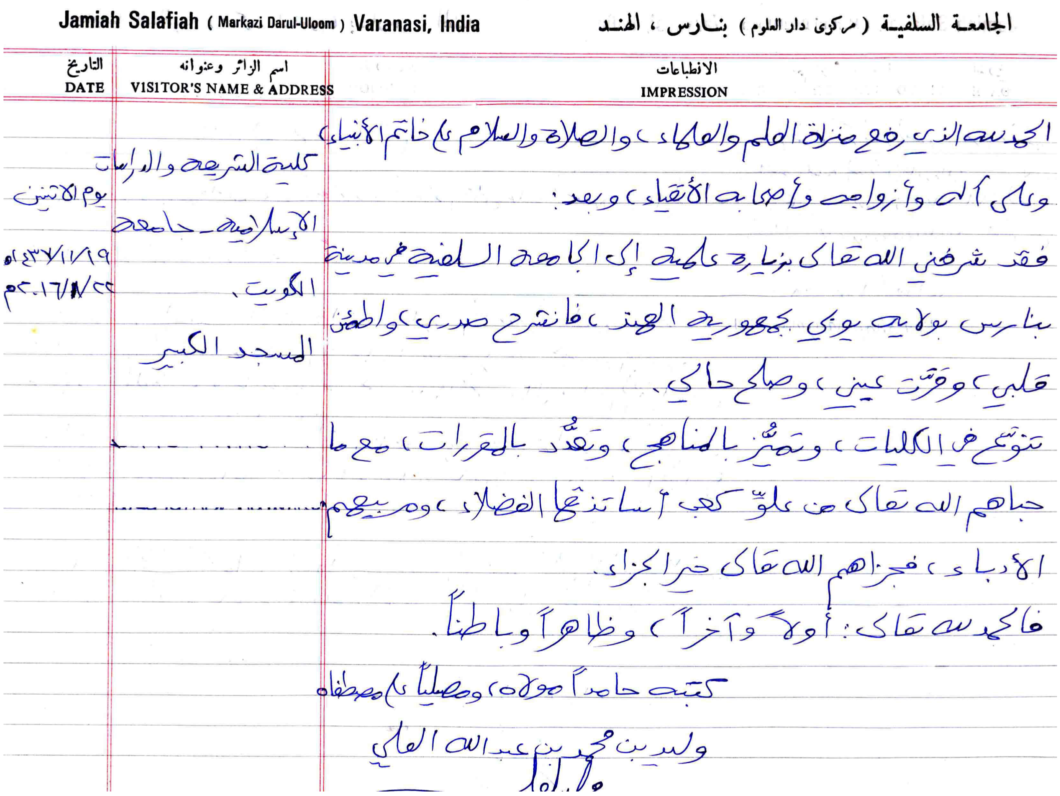

Jamiah Salafiah (Markazi Darul-Uloom) Varanasi, India

الجامعة السلفية (مركزى دار العلوم) بنارس ، الهند

التاريخ DATE	اسم الزائر وعنوانه VISITOR'S NAME & ADDRESS	الانطباعات IMPRESSION
يوم الاثنين ١٤٣٧/١١/١٩ھ ٢٠١٦/٨/٢٢م	كلية الشريعة والدراسات الإسلامية - جامعة الكويت. المسجد الكبير	الحمد لله الذي رفع منزلة العلم والعلماء، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء وعلى آله وأزواجه وأصحابه الأتقياء، وبعد: فقد شرفني الله تعالى بزيارة علمية إلى الجامعة السلفية في مدينة بنارس بولاية يوبي بجمهورية الهند، فانشرح صدري، واطمأن قلبي، وقرت عيني، وصلح حالي. تنوع في الكليات، وتميز بالمناهج، وتفرد بالمقررات، مع ما حباهم الله تعالى من علو كعب أساتذتها الفضلاء، ومربيهم الأدباء، فجزاهم الله تعالى خير الجزاء. فالحمد لله تعالى: أولاً وآخراً، وظاهراً وباطناً. كتبه حامداً مولاه، ومصلياً على مصطفاه وليد بن محمد بن عبد الله العلي

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہے جس نے علم اور اہل علم کے درجات کو بلند فرمایا، اور درود وسلام کا نزول ہو خاتم الانبیاء (محمد رسول اللہ) پر، اوران کے آل واولاد پر، اوران کی ازواج مطہرات پر، اوران کے اصحاب پر، امابعد:

یقیناً اللہ تعالی نے مجھے جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا کی علمی زیارت سے مشرف فرمایا، جس سے مجھے شرح صدر، اطمینان قلب، آنکھوں کو ٹھنڈک اور مسرت وشادمانی ہوئی۔

(مجھے جامعہ سلفیہ بنارس کے) مختلف ومتنوع کلیات (کلیۃ الحدیث، کلیۃ الشریعۃ، کلیۃ الدعوۃ)، ممتاز طریقۂ تعلیم، جامع نصاب تعلیم، ساتھ ہی وہاں کے قابل اساتذہ کرام اور ماہر مربیان (کو دیکھ کر بے خوشی ہوئی)۔ اللہ تعالی انہیں جزائے

خیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اول وآخر، ظاہر وباطن تمام تعریفیں لائق وزیبا ہیں۔

ولید بن محمد بن عبداللہ العلی

عمید مساعد کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ الکویت، امام وخطیب مسجد کبیر

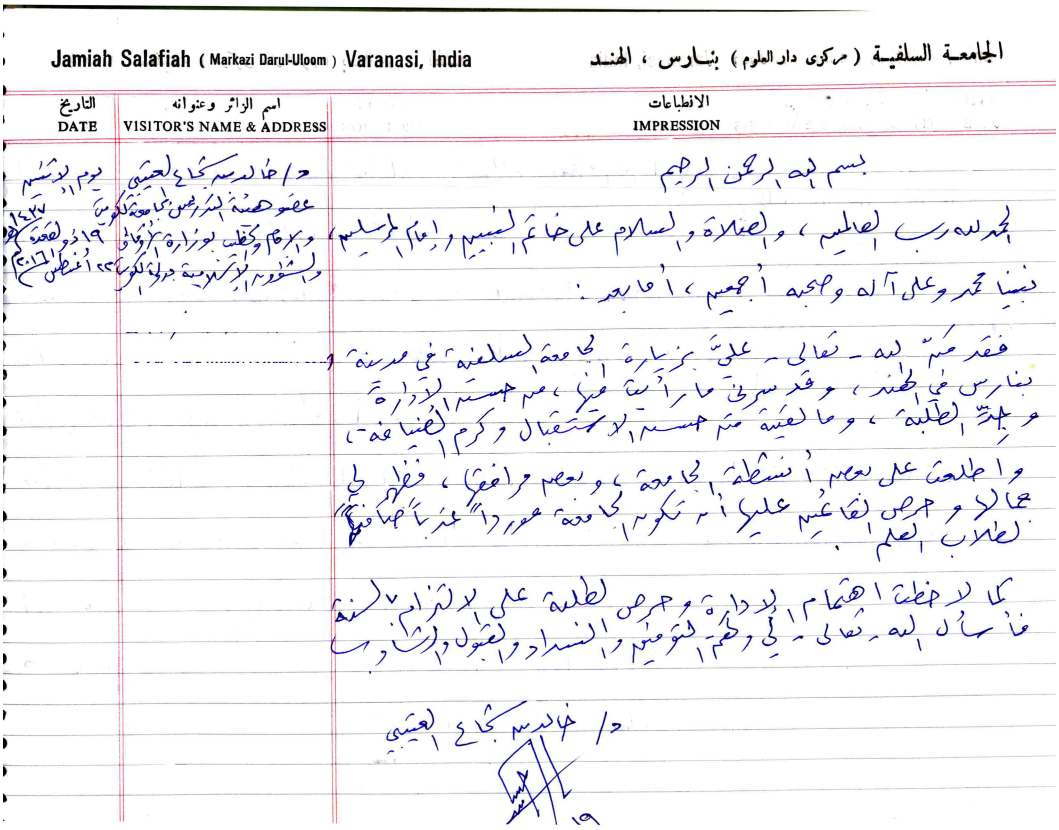
الجامعة السلفية (مركزی دار العلوم) بنارس، الهند

Jamiah Salafiah (Markazi Darul-Uloom) Varanasi, India

التاريخ DATE	اسم الزائر وعنوانه VISITOR'S NAME & ADDRESS	الانطباعات IMPRESSION
يوم الاثنين ١٩ ذو القعدة ١٤٣٧هـ ٢٢ أغسطس ٢٠١٦م	د/ خالد بن نجاع العتيبي عضو هيئة التدريس بجامعة الكويت وإمام وخطيب بوزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية بدولة الكويت	بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم النبيين وإمام المرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد: فقد منّ الله تعالى عليّ بزيارة الجامعة السلفية في مدينة بنارس في الهند، وقد سرني ما رأيت فيها، من حسن الإدارة وجدّ الطلبة، وما لقيته من حسن الاستقبال وكرم الضيافة. واطلعت على بعض أنشطة الجامعة، وبعض مرافقها، فظهر لي جمال وحرص القائمين عليها أن تكون الجامعة مورداً عذباً صافياً لطلاب العلم. كما لاحظت اهتمام الإدارة وحرص الطلبة على الالتزام بالسنة فأسأل الله تعالى لي ولكم التوفيق والسداد والقبول والرشاد. د/ خالد بن نجاع العتيبي ١٩

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہے جو سارے جہاں کا رب اور پالنہار ہے، اور درود وسلام نازل ہو ہمارے نبی خاتم النبیین وامام المرسلین محمد ﷺ پر اور ان کے آل واولاد اور ان کے تمام اصحاب پر، امابعد:

اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر بڑا احسان رہا کہ مجھے جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا کی زیارت نصیب ہوئی، اور وہاں کے حسن انتظام، طلبہ کی محنت، مہمانوں کا حسن استقبال، شاندار مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اور جامعہ کے بعض نشاطات وسرگرمیاں وشعبہ جات کو دیکھ کر جامعہ کی اہمیت اور قدر ومنزلت معلوم ہوئی ور جامعہ سلفیہ بنارس کو طالبان علوم نبوت کے لیے صاف وشفاف اور میٹھا چشمہ بنانے کا جذبہ وجد وجہد اراکین جامعہ کے اندر محسوس کیا، ساتھ ہی میں نے وہاں نظم ونسق اور طلبہ

کے اندر سنت نبویہ کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کی حرص وطمع اور شوق وذوق کا مشاہدہ کیا۔ اللہ تعالی مجھے اور انہیں نیک توفیق دے۔

د. خالد بن شجاع العتیبی

عضو ھیئۃ التدریس بجامعۃ الکویت

والامام والخطیب بوزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، دولۃ الکویت

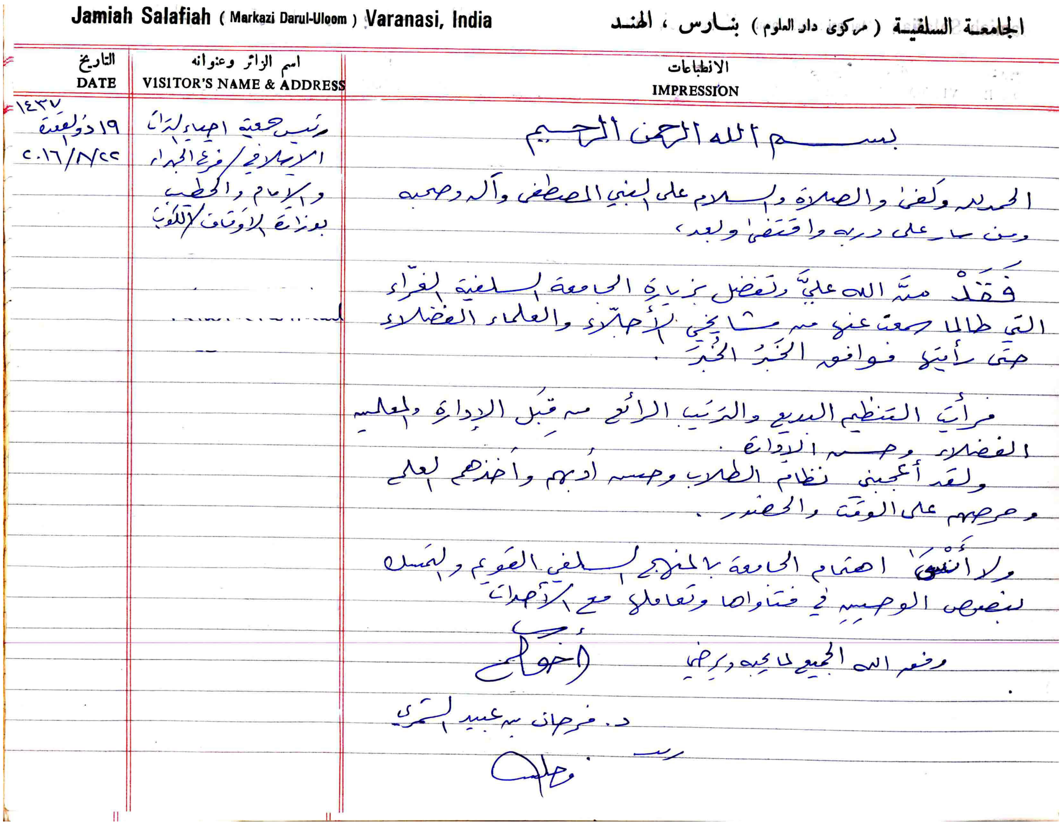

Jamiah Salafiah (Markazi Darul-Uloom) Varanasi, India — الجامعة السلفية (مركزى دار العلوم) بنارس ، الهند

التاريخ DATE	اسم الزائر وعنوانه VISITOR'S NAME & ADDRESS	الانطباعات IMPRESSION
١٤٣٧ ١٩ ذو القعدة ٢٠١٦/٨/٢٢	رئيس جمعية احياء التراث الاسلامي / فرع الجهراء والإمام والخطيب بوزارة الأوقاف الكويت	بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على النبي المصطفى وآله وصحبه ومن سار على دربه واقتفى، وبعد: فقد منّ الله عليّ وتفضل بزيارة الجامعة السلفية الغرّاء التي طالما سمعت عنها من مشايخي الأجلاء والعلماء الفضلاء حتى رأيتها فوافق الخبرُ الخُبْرَ. فرأيت التنظيم البديع والترتيب الرائع من قبل الإدارة والمعلمين الفضلاء وحسن الإدارة. ولقد أعجبني نظام الطلاب وحسن أدبهم وأخذهم للعلم وحرصهم على الوقت والحضور. ولا أنسى اهتمام الجامعة بالمنهج السلفي القويم والتمسك بالنصوص الوحيين في فتاواها وتعاملها مع الأحداث. وفق الله الجميع لما يحبه ويرضاه أخوكم د. فرحان بن عبيد الشمري

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اور درود وسلام نازل ہو نبی مصطفیٰ پر، ان کی آل واولاد پر، اور ان کے صحابہ پر، اور ان تمام لوگوں پر جو ان کے طریقہ پر چلے، امابعد:

تحقیق کہ اللہ تعالی کا میرے اوپر یہ فضل واحسان رہا کہ میں نے جامعہ سلفیہ بنارس کی زیارت کی۔ میں نے (اس سے پہلے) اپنے جلیل القدر مشائخ اور فاضل علماء کرام سے جامعہ سلفیہ بنارس (کی تعریف میں) بہت کچھ سن رکھا تھا۔ یہاں تک کہ

جب میں نے جامعہ سلفیہ بنارس کو (بنظر خود) دیکھا تو اس کو ویسے ہی پایا جیسا سنا تھا۔

میں نے ادارہ اور گرامی قدر معلمین کی جانب سے حسن انتظام، شاندار اریجمنٹ اور بہترین نظم ونسق کو دیکھا۔ مجھے وہاں کے طلبہ کے ڈسپلن، حسن ادب، حصول علم کی رغبت، وقت کی پابندی اور کلاسوں میں حاضری بڑی پسند آئی۔

جامعہ سلفیہ بنارس نے اپنے فتاوے وغیرہ معاملات میں اعتدال پر مبنی، منہج سلف اور اعتصام بالکتاب والسنۃ کا جو اہتمام کیا ہے میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ اللہ تعالی ہم تمام کو اپنی مرضی وپسند کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

د.فرحان بن عبید الشمری
رئیس جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی رفرع الجہراء
والإمام والخطیب بوزارۃ الأوقاف، الکویت

ذمہ داران جامعہ کی میٹنگ:

۳۱/اگست ۲۰۱۶ء بروز بدھ ناظم اعلی کی آفس میں ذمہ داران جامعہ کی میٹنگ ہوئی، جس میں درج ذیل امور پر غور وخوض اور تبادلۂ خیال ہوا:

☆ جامعہ سلفیہ بنارس کا سالانہ برنامج برائے تعطیلات پر مشورہ ہوا۔

☆ دن بدن بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر اساتذہ جامعہ حفظہم اللہ کی تنخواہوں کے اضافہ پر غور وخوض کیا گیا۔

☆ جامعہ میں جو پانچ روزہ دورۂ شرعیہ کا انعقاد ہوا، اس کی اہمیت وضرورت اور افادیت پر گفتگو ہوئی۔

☆ جامعہ کے مالی استحکام پر غور وفکر کیا گیا۔

☆ ابنائے قدیم جامعہ سلفیہ بنارس کے اجتماع کے انعقاد پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔

مذکورہ میٹنگ میں محترم صدر جامعہ فضیلۃ الشیخ شاہد جنید سلفی، محترم ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبد اللہ سعود سلفی، فضیلۃ الشیخ عبید اللہ ناصر سلفی، دکتور اختر جمال مکی حفظہم اللہ نے شرکت فرمائی۔

(شعبۂ اطلاعات ورابطہ عامہ)

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری

قدرتی آفات ومصائب:

وسطی اٹلی میں مورخہ ۲۴راگست ۲۰۱۶ء بروز بدھ کوشدید زلزلے سے ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد کم از کم ۲۴۷ ہوگئی ہے۔مزیداس کے علاوہ وسطی اٹلی میں 6.2 کی شدت کے زلزلے سے بے شمار عمارتیں بھی منہدم ہوچکی ہیں۔اٹلی کے وزیر اعظم میتیو رینزی نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا،تاہم انہوں نے صحافیوں سے گفتگو کرنے کے بجائے یہ کہا کہ یہ بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ان کا کہنا تھا کہ کسی خاندان،کسی شہر یا کسی بھی قصبے کواس مصیبت کی گھڑی میں تنہا نہیں چھوڑا جائے گا۔(عالمی اخبار آن لائن)

مسجد اقصی کی تقسیم کی سازشیں کامیاب نہیں ہوں گی:

مرکز اطلاعات فلسطین:مسجد اقصی کے امام وخطیب شیخ محمد سلیم حفظہ اللہ نے کہا ہے کہ صیہونی ریاست،اس کے تمام ادارے اور انتہا پسند تنظیمیں مل کر قبلہ اول بیت المقدس کی تقسیم کی سازشیں کررہی ہیں،مگر عالم اسلام کسی بھی صورت میں اپنے قبلہ اول کو یہودیوں اور مسلمانوں میں تقسیم نہیں ہونے دے گا۔

مذکورہ خیالات کا اظہار انہوں نے نماز جمعہ میں خطاب کے دوران کہا،انہوں مزید کہا کہ فلسطینی شہریوں کو قبلہ اول تک پہنچنے سے روکنے کی سازشیں اور یہودیوں کو مقدس مقام تک رسائی کے لیے ہر ممکن سہولیات مہیا کرنے کے پس پردہ سازشوں کا مقصد فلسطینیوں کو مسجد اقصی سے دور کرنا ہے۔نیز یہودی ایک منصوبے کے تحت مسجد اقصی کو مسجد ابراہیمی کی طرح مسلمانوں اور یہودیوں میں زمانی اور مکانی اعتبار سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ (عالمی اخبار آن لائن)

☆☆☆

باب الفتاوی

سوال: حجاج کرام کا استقبال کرنا کیسا ہے؟

الجواب بعون الله الحميد ومنه التوفيق والتسديد:

واضح ہو کہ حج کے لیے جانے والے افراد کا استقبال کرنا مستحب ہے، خواہ یہ استقبال مکہ میں ہو یا مدینۃ الحجاج (حج سیٹی) میں ہو یا حج ہاؤس میں ہو یا حج کی ادائیگی سے واپسی کے وقت گاؤں محلّہ یا کسی اور جگہ میں ہو۔ ہمارے علم کی حد تک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسے ان تمام چیزوں سے پاک رکھنا چاہیے جو اسلامی شریعت میں ممنوع ہیں، جیسے حاجیوں کے گلے میں مالا ڈالنا یا ڈھول باجوں کے ساتھ استقبال کرنا وغیرہ۔ اس کے استحباب پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب **استقبال الحاج القادمين** (حج کے لیے آنے والوں کا استقبال کرنا) اور امام نسائی -رحمہ اللہ- نے اپنی سنن میں باب باندھا ہے: **استقبال الحاج** (حاجیوں کا استقبال کرنا) اس باب کے تحت دونوں اماموں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی ہے: **لما قدم النبی صلی الله علیه وسلم مكة استقبلته أغيلمة بنی عبد المطلب، فحمل واحداً بين يديه وآخر خلفه.** بخاری: (۱۷۹۸) نسائی: (۲۸۹۷) یہ لفظ بخاری کا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو بنو عبد المطلب کے کم سن بچوں نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے (سواری پر) بٹھالیا۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر -رحمہ اللہ- فتح الباری (۳/ ۷۳۵) میں لکھتے ہیں:

الحديث دال على تلقی القادم للحج.

یہ حدیث حج کے لیے آنے والوں کے اسقبال پر دلالت کرتی ہے۔

مذکورہ حدیث کے علاوہ امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: **عن أنس رضی الله عنه قال: دخل النبی صلی الله عليه وسلم مكة فی عمرة القضاء وابن رواحة بين يديه يقول:**

خلوا بنی الكفار عن سبيله — اليوم نضربكم على تنزيله

ضرباً يزيل الهام عن مقيله — ويذهل الخليل عن خليله

قال عمريا ابن رواحة: أفی حرم الله وبين يدی الرسول صلی الله عليه وسلم تقول الشعر؟ فقال النبی صلی الله عليه وسلم: خل عنه، لكلامه أشد عليهم من وقع النبل. نسائی (۲۸۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے۔اے کافروں کی اولاد! آپ کا راستہ چھوڑ دو۔ آج ہم آپ کے حکم پر تمہیں ایسی ضرب لگائیں گے جو کھوپڑیوں کو گردن سے جدا کردے گی اور دوست کو جگری دوست سے غافل کردے گی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے ابن رواحہ، تم اللہ تعالی کے حرم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ اشعار پڑھتے ہو؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! انہیں پڑھنے دو۔قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس کا کلام ان کے لیے تیروں کی بوچھار سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ استقبال الحاج کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلنا اور (اسلامی) اشعار پڑھنا استقبال ہی کی ایک صورت ہے، یا یہ ممکن ہے کہ مکہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے آئے ہوں جیسا کہ اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔

یہ دونوں حدیثیں اگر چہ مکہ مکرمہ آنے والے حاجیوں کے استقبال پر دلالت کرتی ہیں لیکن یہ حج جیسی عظیم نعمت کی ادائیگی سے واپسی پر استقبالیہ کے استحباب پر بھی دلالت کرتی ہیں، کیوں کہ معنوی طور پر آنے اور جانے میں کوئی فرق نہیں ہے، جیسا کہ فتح الباری (۳/ ۷۳۵) میں حافظ ابن حجر کا خیال ہے۔

محمد بن آدم اثیوبی دونوں حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

حديثا الباب يدلان على استحباب استقبال القادم للحج ولكنه لا فرق بين القدوم للحج والقدوم منه، لاتفاقهما من حيث المعنى، ولذا أطلقه المصنف – يعنى النسائى – ليشمل الاستقبالين.

ذخیرۃ العقبی شرح سنن النسائی المجتبی (۱۴۱/۲۵)

دونوں حدیثیں حج کے لیے آنے والوں کے استقبال کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں۔حج کے لیے آنے والے اور حج کر کے واپس جانے والوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیوں کہ دونوں معنی کے اعتبار سے ایک ہیں۔اسی لیے امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے مطلق بیان کیا ہے تاکہ استقبال کی تمام قسموں کو شامل ہو جائے۔**هذا ما عندى، والله أعلم بالصواب.**

دار الإفتاء
جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

☆☆☆